لو كان الإيمان معلقا بالثريا لناله رجل من فارس

# سوانح حضرت مسیح موعود

جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام

جسکو

کارپردازان دائرۃ المعارف لاہور نے

دسمبر ۱۹۲۴ء میں

[illegible] شائع کی

# دیباچہ

حضرت مسیح موعود کے سوانح زندگی کا مرتب کرنا ایک بڑا عظیم الشان کام ہے جو کئی مجلدات میں پھیل سکتا ہے۔ اس کام کو کماحقہ طور پر سرانجام دینا جماعت کے بعض دیگر چیدہ اصحاب کا کام ہے جنمیں سے بعض نے اپنے اس عزم کا پیشتر سے اعلان بھی کر رکھا ہے۔ ان صفحات میں ہم نے کوشش کی ہے کہ آپکی زندگی کا ایک چمکتا سا نقشہ ناظرین کرام کے سامنے رکھدیا جائے۔ تاکہ جس وقت تک کوئی زیادہ مبسوط اور مکمل لائف شائع نہ ہو۔ آپ کی زندگی کے اہم واقعات اور آپ کی سیرت اور اخلاق سے ہمارے احباب کرام اور دوسرے اصحاب ایک حد تک واقف ہو جائیں۔ اور کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے ارشاد الٰہی کی تعمیل میں اس پاک انسان کے نقش قدم پر چل سکیں

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

۲۴ دسمبر ۱۹۲۴ء

کارپردازان دائرۃ المعارف لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# باب اول

## حضرت مسیح موعود کا نسب

لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ (الحدیث)

حضرت مسیح موعودؑ کے سوانح حیات کو قلمبند کرنے سے پیشتر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے خاندان اور نسب کا تذکرہ مختصراً کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا بیان ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد فارسی النسل تھے اور سمرقند سے ہندوستان آئے تھے۔

سمرقند ترکستان کا ایک عظیم الشان شہر ہے۔ جو قدیم زمانہ میں فارس کا ایک حصہ تھا۔ معجم البلدان یاقوت حموی میں لکھا ہے:-

| | |
|---|---|
| فارس ولایۃ واسعۃ واقلیم فسیح اول حدودھا من جھۃ العراق ارجان ومن جھۃ کابل بحر الھند سیراف ومن جھۃ السند بکران | فارس ایک وسیع ولایت اور لمبا چوڑا ملک ہے اول اسکی حدود عراق کی طرف سے ایران تک اور ساحل بحر ہند کیطرف سے سیراف تک اور سندھ کیطرف سے مکران تک پھیلی ہوئی تھیں۔ |

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ساسانی خاندان کا بادشاہ یزدجرد جو فارس کے ملک پر حکمراں رہ چکا تھا۔ دشمنوں سے بھاگ کر خراسان اور ترکستان میں چلا گیا اور وہاں اس کے اتباع اور ساتھیوں نے سکونت اختیار کر لی۔ اور وہیں کے لوگوں یعنی ترکوں سے رشتے ناطے کر لیے۔ طبقات ناصری میں ہے کہ جب تین پشتیں انہیں وہاں گذر گئیں تو انہیں ترکوں کے نام سے پکارا جانے لگا اور امیر سبکتگین انہی کی اولاد میں سے تھے۔ (ملاحظہ ہو طبقات ناصری مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۴ء) ؏

حضرت مسیح موعود کے مورث اعلیٰ میرزا ہادی بیگ اسی ساسانی (فارسی) خاندان میں سے تھے۔ جو اس وقت ترکوں کے اندر جذب ہو کر خاندان مغلیہ کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ آپ ایک صاحب علم۔ فیاض طبع اور نہایت متقی انسان تھے۔ سمرقند میں انکی حکومت ہو گئی تھی اور رعایا پروری۔ عدل وانصاف اور تفقہ فی الدین میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کوئی ایسے اسباب انہیں پیش آ گئے جو غالباً حکومت کی خصومت سے تعلق رکھتے تھے انکی وجہ سے عیال واطفال اور ضروری اسباب اور متاع کو ساتھ لیکر وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور دریاؤں اور صحراؤں کو عبور کرتے ہوئے پنجاب میں آ وارد ہوئے یہاں قدرت نے ان کیلئے قادیان کی زمین پہلے سے تجویز کر دی تھی وہیں آ ڈیرے جمائے اور اردگرد کے بعض علاقوں کی حکومت انہیں مل گئی تھی۔ قادیان کا قصبہ انہیں کا آباد کیا ہوا ہے۔ میرزا ہادی بیگ صاحب کے بعد انکی اولاد کئی پشتوں تک اپنے باپ کی اس جاگیر پر قابض

؎ انہوں نے اس قصبہ کا نام اسلام پور رکھا تھا لیکن چونکہ وہ علاقہ جس میں قادیان کا قصبہ ہے بقیہ برصفحہ ۳

و متصرف رہی یہانتک کہ انیسویں صدی کے شروع میں پنجاب پر طوائف الملوکی کا زمانہ آیا اور سکھوں نے یہانتک زور پکڑا۔ کہ جو بھی سکھ جہاں چاہتا اپنی حکومت جما کر اصل مالکوں کو بیدخل کر دیتا۔ اس وقت میرزا ہادی بیگ کی اولاد میں سے میرزا گل محمد صاحب قادیان کی ریاست کے مالک تھے۔ وہ اپنی امانت و دیانت اپنے زہد و تقویٰ اور جود و سخا کی وجہ سے مشائخ و بزرگان زمانہ میں سے شمار ہوتے تھے۔ اور صاحب خوارق و کرامات بھی تھے۔ انکے جیتے جی انکی ریاست کو چنداں نقصان نہیں ہوا۔ اگرچہ بعض دیہات کو سکھوں نے متواتر حملے کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا تاہم پچاسی دیہات کی ریاست باقی رہ گئی لیکن انکی وفات کے بعد انکے بیٹے میرزا عطا محمد صاحب کے عہد میں سکھوں نے بہت زیادہ زور ڈالا اور قادیان

بقیہ صفحہ ۲۔ واقعہ ہے۔ ماجھا کا علاقہ کہلاتا تھا۔ اور دوسرے حکومت نے میرزا ہادی بیگ صاحب کو وہاں کیلئے قاضی مقرر کر دیا تھا۔ اسلئے عوام الناس نے اس کو اسلام پور قاضی ماجھی کہنا شروع کیا اور بعدہ اختصاراً "اسلام پور" کا نام متروک ہو گیا۔ اور صرف قاضی ماجھی پکارا جانے لگا۔ پھر ماجھی کا لفظ بھی متروک ہو کر صرف قاضی یا عوام الناس کے تلفظ کے مطابق قادی رہ گیا۔ چنانچہ آج کل بھی ارد گرد کے دیہات کے لوگ "کادی" کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ اس سے بگڑ کر قادیاں بن گیا۔ جو آج خدا کے مسیح کا پایہ تخت بنا۔ اور اس طرح سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد سچا ثابت ہوا جس میں آپ نے فرمایا تھا:۔

یخرج المهدی من قریة یقال له کدعه

مہدی ایک گاؤں میں پیدا ہوگا جس کو کدعہ کے نام سے پکارینگے۔ کدعہ کا لفظ کادی کا ہی معرب

کے سوائے تمام دیہات کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ قادیان چونکہ ایک نہایت محفوظ قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے سکھوں کا زور یہاں نہ چل سکا۔ تاہم رام گڑھیہ سکھوں کے سردار نے دوستانہ ملاقات کے بہانہ سے دروازہ کھلوا لیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو بھی اندر بلا کر قبضہ کر لیا اور میرزا عطا محمد صاحب کو معہ عیال و اطفال وہاں سے ہجرت کر کے کسی ریاست میں پناہ لینی پڑی بعض معتبر لوگوں بیان ہے کہ ریاست کپورتھلہ میں چلے گئے تھے۔ جہاں والیٔ ریاست نے پانچ گاؤں اس وقت تک کیلئے آپکی ملکیت کر دیئے جبتک سابقہ جاگیر پھر انہیں واپس نہ مل گئی۔ ان پانچ دیہات کیلئے آپکے خاندان کے بعض لوگوں نے اس وقت بھی جب قادیان دوبارہ انہیں مل گیا۔ اپنا حق ملکیت ظاہر کیا اور ریاست کپورتھلہ سے اس کیلئے درخواست کی۔ ریاست نے حضرت مسیح موعود میرزا غلام احمد صاحب کو حکم ٹھہرایا۔ حضرت میرزا صاحب نے صاف کہا کہ یہ پانچ گاؤں اس وقت تک ہمارے تھے۔ جبتک قادیان پر ہمیں دوبارہ قبضہ نہ ملا اسکو خاندان کے لوگوں نے برا منایا لیکن آپنے فرمایا۔ ع راستی موجب رضائے خداست۔ ہمیں کسی فائدہ کیلئے جھوٹ بولنے کی قطعاً ضرورت نہیں

غرض میرزا عطا محمد صاحب کی وفات اسی عالم پریشانی اور غریب الوطنی میں ہوئی۔[۱] انکے بعد انکے بیٹے میرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے جنہیں بعد میں خدا کے مسیح کی والدیت کا شرف حاصل ہوا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس جاکر اپنی داستان مصائب سنائی اور اپنے جائز اور غصب شدہ حق کا مطالبہ کیا۔ آخر کار وہاں سے قادیان اور اس تمام ریاست میں سے صرف پانچ گاؤں انکو ملے۔ جو اگرچہ سابقہ ریاست کے بالمقابل کچھ چیز نہ تھے لیکن وہ موجو

[۱] حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا بیان ہے کہ ان کو دشمنوں نے زہر دلایا تھا۔

فلاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک بہت بڑی کامیابی تھی جس کو انہوں نے بصد شکر منظور کیا اور باقی ریاست کو بھی حاصل کرنے کیلئے جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ جو افسوس ہے کہ کامیابی کا منہ نہ دیکھ سکی۔

ان تمام حالات و واقعات سے ثابت ہے کہ:-

(۱) حضرت مسیح موعودؑ ایک نہایت عالی مرتبہ اور بزرگ خاندان میں سے تھے۔ جو اپنی ظاہری و باطنی خوبیوں کیوجہ سے نہایت ممتاز تھا۔ نہ صرف دنیوی امارت وحکومت ہی آپ کے آباؤ اجداد کے حصہ میں آئی تھی۔ بلکہ وہ زیور علم سے بھی آراستہ تھے۔ دینداری بھی ان میں کمال درجہ پر تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انکے بعض رجال کو اپنا قرب عطا فرمایا اور مرجع عوام بنا دیا تھا تاکہ وہ مخلوق خدا کی ہدایت کا موجب ہوں۔ انکو اللہ تعالیٰ نے علو نفس۔ شرافت ذاتی اور بہت سی صفات حسنہ سے متصف کیا تھا۔ جو اس شخص کی شرافت و نجابت پر ایک کھلی دلیل ہیں جس کا مخلوق خدا کی ہدایت کیلئے اس خاندان میں پیدا ہونا مقدر تھا۔

(۲) حضرت مسیح موعودؑ دراصل فارسی الاصل ہیں۔ خاندان مغلیہ کے ساتھ آپکا تعلق اصل اس وجہ سے ہے۔ کہ آپکے آباؤ اجداد ترکستان میں جا کر آباد ہوئے اور وہاں رشتہ داریوں کی وجہ سے ترکوں سے مل جل گئے۔ اور ویسے ترکستان اور خراسان بھی جو آپ کا آبائی وطن ہے۔ پہلے زمانوں میں فارس ہی کا حصہ سمجھا جاتا تھا اسلئے آپ کا وجود مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق

ہے جس میں اہل فارس کے ایک عظیم الشان انسان کے متعلق یہ خبر دی گئی ہے کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائیگا۔ تو وہ اسے دوبارہ زمین پر لے آئیگا۔ آیندہ صفحات اس کے ثریا پر سے ایمان کو لانے کا کھلا ثبوت بہم پہنچائینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۰

# دوسرا باب

## پیدائش۔ طفولیت اور جوانی

فقد لبثت فیکم عمرًا افلا تعقلون۔

انیسویں صدی عیسوی اور تیرھویں صدی ہجری کے وسط میں جبکہ پنجاب میں سکھوں کا دور استبداد اپنی انتہائی منازل کو پہنچ چکا تھا مرزا ہادی بیگ کی نسل سے وہ نور ہدایت رونما ہوا جسکی انتظار امت محمدیہ کے اولیاء اور ابدال اور اقطاب کو تیرہ سو سال سے چلی آتی تھی جسکو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام بھیجا تھا اور جسکے انوار سے بیسویں صدی کے مہذب انسانوں کو منور ہو کر ہدایت کے رستہ پر گامزن ہونا تھا۔

مرزا غلام مرتضیٰ جو اس وقت اپنے باپ مرزا عطا محمد صاحب کی کھوئی ہوئی ریاست کے ایک حصہ پر دوبارہ قابض ہو چکے تھے۔ اس فکر میں غلطاں و پیچاں تھے کہ کس طرح بقیہ علاقہ کو اپنے قبضہ و تصرف میں لائیں کہ ناگاہ فیضان ایزدی ان پر ایک اور رنگ میں نازل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر میں ایک ایسا نور پیدا کیا جس کی روشنی سے

آج کم از کم چار پانچ لاکھ انسان منور ہو کر اسلام کا پاک نام دنیا کے ہر گوشہ اور ہر حصہ میں پہنچانے میں منہمک ہیں۔ وہ ظاہری سلطنت و ریاست جو اس کے آباؤ اجداد کو حاصل تھی۔ چند میلوں سے پرے نہ تھی لیکن اس کی حکومت کا دائرہ آج ہزارہا میلوں میں پھیلا ہوا ہے اور باوجودیکہ وہ آج ہم میں نہیں لیکن بیشمار دل اسکے نام پہ جانیں فدا کرنے کو طیار ہیں سنہ ۱۸۳۹ء ۱۲۵۵ھ وہ مبارک سال ہے جب آپکی پیدایش ہوئی حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ مسیح موعود توام پیدا ہوگا اور ایسا ہی ہوا آپکے ساتھ ہی ایک لڑکی پیدا ہوئی جو تھوڑے دن زندہ رہکر فوت ہوگئی۔ آپکے والد ماجد نے ایک نہایت مبارک فال کو مدنظر رکھکر آپ کا نام غلام احمد رکھا۔ جسکے ساتھ اگر "قادیانی" کا اضافہ کردیا جائے توبحساب جمل اسکے عدد تیرہ سو بنتے ہیں گویا تیرھویں صدی کے آخر میں جس مبارک وجود نے مخلوق خدا کی رہبری کیلئے کھڑا ہونا تھا۔ وہ آپ ہی ہیں۔ چنانچہ "غلام احمد قادیانی" کے الفاظ اس زمانہ میں آپ پر الہاماً نازل ہوئے جب خلعت مجددیت سے آپکو سرفراز فرمایا گیا۔

آپکی طفولیت کا زمانہ کہتے ہیں۔ کہ نہایت پاکیزہ اور معجز نما زمانہ تھا جس سال آپ پیدا ہوئے۔ پنجاب میں سکھوں کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور مسلمانوں کو اس دور تشدد و ابتلا سے نجات حاصل ہوئی۔ جو سکھوں کی طوائف الملوکی میں ان پر طاری تھا۔ خود آپ کے خاندان اور گھر میں جو عسرت اور تنگی کی حالت تھی۔ وہ فراخی اور راحت سے بدل گئی اور دن بدن حالت سدھرتی چلی گئی۔ اگرچہ وہ سابقہ حکومت و ریاست دوبارہ نہ ملی لیکن خاندانی حالت نہایت عمدہ ہوگئی۔

آپکے ایام طفولیت میں جو اوصاف آپ سے ظاہر ہوئے - وہ بڑے بڑے صاحب عقل انسانوں کو حیران کرنیوالے تھے - ایام شیر خوارگی سے نکل کر جب آپ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے - تو والد ماجد نے آپکے بہلانے کیلئے خاص طور پر کھلونے فراہم کئے اور قصبہ کے بچوں کو اپنے گھر میں لا رکھا - کہ آپ ان سے ملکر کھیلیں کودیں اور خوش رہیں لیکن قدرت نے آپکو شروع سے ہی ایسی طبیعت عنایت فرمائی تھی - کہ اس دنیا اور دنیا کی چیزوں سے آپکو کوئی لگاؤ نہ تھا - اور بشرہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا - کہ کسی عظیم الشان کام کی طیاری میں مستغرق ہیں - چنانچہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا - کہ وہ کام فی الحقیقت بہت عظیم الشان تھا جس کیلئے ایسی ہی سوچ و فکر رکھنے والی طبیعت بکار تھی ؎

چھ سات سال کی عمر میں آپکے والد ماجد نے اپنے خاص مذاق کے مطابق آپکی تعلیم کا بندوبست کیا - ایک فارسی دان اُستاد جن کا نام فضل الٰہی تھا آپکی تعلیم کیلئے مقرر ہوئے - اُستاد کو بھی اپنے مبارک شاگرد کی بعض حرکات کو دیکھکر اور اسکے دلچسپ لطائف سُنکر حیرانی ہوتی تھی - آپ اپنے اُستادوں کا نہایت درجہ ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے - قریباً دو اڑھائی سال کے عرصہ میں آپ نے قرآن شریف اور فارسی کی کئی ایک کتابیں پڑھ لیں جسکے بعد دس سال کی عمر میں ایک عربی دان اُستاد آپکی عربی تعلیم کیلئے مقرر کیا گیا جن کا اسم گرامی فضل احمد تھا جو مولانا مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی مرحوم کے والد ماجد تھے - انکو بھی آپکے حیرت انگیز کرشموں اور بصیرت افروز نکات کو سُنکر تعجب ہوتا تھا - اور باوجود اُستاد ہونے کے آپکی خاطر و مدارات ملحوظ رکھتے اور ادب کرتے تھے اور بعد میں جب آپ نے مسیحیت کا

دعویٰ کیا تو اُنھوں نے بلا تامل شہادت دی ۔ کہ یہ شخص سچا ہے ۔ بلکہ عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب آپ سے جا کر پوچھتے تھے ۔ آپ نے ان سے علم صرف کی بعض کتابیں اور نحو کے کچھ قواعد پڑھے ۔

اس کے بعد سترہ سال کی عمر میں ایک اور اُستاد گل علی شاہ نام مقرر ہوئے جو بٹالہ کے رہنے والے تھے ان سے آپ نے علم منطق پڑھا اور نحو کی جہاں تک ممکن تھا تحصیل کی ۔

آپ کے والد ماجد بہت بڑے طبیب تھے ۔ انھوں نے اس ہونہار فرزند کو بھی علم طبابت سے بہرہ ور کرنا چاہا ۔ اور کیا انہیں کیا معلوم تھا ۔ کہ اس پاک انسان کا کام جسمانیات سے تحقیق نہیں رکھتا بلکہ روحانیات سے متعلق ہے ۔ اس نے آئندہ ہزارہا انسانوں کی روحانی بیماریوں کیلئے مسیحا کا کام کرنا ہے ۔ اور یہ کام طب جسمانی پر ہزارہا درجہ زیادہ فوقیت رکھتا ہے ۔ تاہم آپ نے علم طب کی بھی بہت سی کتابیں اپنے والد سے پڑھ لیں ۔ اور خدا کے فضل سے جسمانی بیماریوں کے علاج میں بھی آپ کو خاصی مہارت حاصل تھی ۔

ابتدا ہی سے آپکو کتابوں کے مطالعہ کا شوق بہت زیادہ تھا ۔ زیادہ تر آپ اسی میں مصروف رہتے اور عموماً ٹہل کر پڑھا اور لکھا کرتے ۔ وہ حصہ زمین جہاں روزمرہ ٹہلا کرتے تھے ۔ اور عموماً بہت کثرت کے ساتھ ٹہلتے تھے ۔ بار بار قدم پڑنے سے باقی حصہ زمین سے دب کر نیچا ہو جاتا تھا آپکے والد ماجد کو آپ کی صحت کا بہت خیال رہتا تھا ۔ اور اس وجہ سے آپکو اکثر کثرت مطالعہ سے منع کرتے رہتے تھے ۔ یہ بھی ان کا منشا تھا ۔ کہ کتب کے مطالعہ کو چھوڑ کر دنیوی کاموں میں انکی امداد کریں ۔ اپنی کھوئی ہوئی ریاست کو دوبارہ حاصل کریں

کوشش کریں۔ چنانچہ خود اپنا وقت وہ زیادہ تر ایسے ہی کاموں پر صرف کرتے اور بیٹے کو بھی امور دنیاداری اور نشیب و فراز سے خوب آگاہ کرنا چاہتے تھے لیکن ساتھ ہی اس ہونہار فرزند کی طبیعت کو اور طرف راغب پاکر یہ بھی فرما دیتے "کہ میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ کس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف اور سچ بات یہی ہے ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں" یہ آپ کے والد ماجد کی شہادت ہے جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ عین عنفوان شباب میں بھی آپ کے دل پر دنیا اور اس کے دلفریب مناظر کا کوئی نقش موجود نہ تھا۔ جاہ پرستی کے بجائے خدا پرستی آپ کے دل پر مستولی تھی کسی نے کہا ہے۔ اور بالکل سچ کہا ہے کہ ع

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است

فی الحقیقت ابتدا ہی سے آپ اس رنگ میں رنگین تھے۔ جو انبیاء اور مامورین کا رنگ ہوتا ہے۔ اور یہ آپکی صداقت پر ایک بین دلیل اور روشن نشان ہے۔ جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی عمر کو اللہ تعالیٰ آپکی صداقت کیلئے بطور دلیل پیش کیا ہے

لیکن ابھی آپنے اس پاک انسان کی ماموریت سے پہلے بہت سے دلکش مناظر کو دیکھنا ہے۔ جو قدم قدم پر اس کی صدق و دیانت کا ثبوت پیش کرتے ہیں ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا ست

والد ماجد نے آخر کار زمینداری کا کام آپکے سپرد کر دیا جن کو طبیعت کی بے رغبتی کے

باوجود امتثال امر کیلئے کچھ دنوں سرانجام دیا۔ اور یوں اس پیشگوئی کو پورا کر دیا جو زبان مبارک نبوی ﷺ سے تیرہ سو سال ہوئے نکلی تھی۔ کہ مہدی موعود حارث (زمیندار) ہوگا لیکن آپکے والد ماجد آپکو زمیندار ہی بنانا نہ چاہتے تھے۔ بلکہ کسی بڑے سرکاری عہدہ پر آپکو دیکھنا چاہتے تھے جہاں پہنچکر آپ اپنی آبائی ریاست کو واپس لے سکیں۔ چنانچہ اسی خیال سے انہوں نے آپکو سرکاری ملازمت میں لگا دیا۔ اور کچھ دنوں آپ سیالکوٹ میں بطور ناظر ضلع کام کرتے رہے۔ آپکی یہ ملازمت کا زمانہ بھی اپنی نظیر آپ ہے۔ صدق و دیانت اور فرض شناسی آپکے جوہر خصوصی تھے جس صیغہ پر آپ مامور تھے۔ وہ رشوت ستانی اور شکم پوری کا ایک اچھا خاصہ ذریعہ ہو سکتا تھا لیکن آپنے اس طرف قطعاً توجہ نہ کی اور صرف اس تھوڑی سی تنخواہ پر ہی جو گزر اوقات کیلئے بھی بمشکل مکتفی ہو سکتی ہے۔ والد ماجد کے حکم کی تعمیل میں نبھتے رہے۔ اور اپنے فرائض کو اس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ کہ حکام نے آپکی حسن کارکردگی کی وجہ سے آپکو تمغے دیئے۔ دوسرے لوگ بھی جن سے آپکو واسطہ پڑتا تھا۔ آپ سے بہت ہی خوش تھے *

دوران ملازمت میں بھی آپنے شغل کتب بینی اور دینی مطالعہ کو نہیں چھوڑا۔ جب آپ دفتر کے کام سے فارغ ہوتے۔ تو سیدھے اپنی جائے رہائش پر جو ایک نہایت مختصر سا مکان تھا آجاتے اور وہاں تنہا مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔ ملازمت کی وجہ سے جہاں آپ کو بہت سے ایسے لوگوں کا تجربہ ہوا جو صدق و دیانت کو کچھ چیز ہی نہ سمجھتے تھے۔ چہ جائیکہ اکل حلال سے انہیں کوئی واسطہ ہوتا۔ وہیں زندگی کے اس حصہ میں مختلف

مذاہب کے پیروؤں سے بھی آپکو ملنے کا اتفاق ہوا جن میں سے ایک پادری صاحب کو آپ سے ایک خاص اُنس ہوگیا تھا۔ یہ پادری صاحب سکاچ مشن سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے حلقہ میں بہت معزز و ممتاز تھے۔ اتفاقاً انکی ملاقات آپ سے ہوگئی۔ اور کچھ مذہبی گفتگو بھی ہوئی جس کا پادری صاحب کے دل پر خاص اثر پڑا۔ اور اب انہوں نے روزانہ ملنا شروع کیا۔ وہ ہر روز آپ کے دفتر میں پہنچتے۔ اور جس وقت آپ کام سے فارغ ہو کر نکلتے تو ان کے ساتھ ہی گفتگو کرتے ہوئے گھر تک جاتے۔ اور پھر وہاں بھی بیٹھکر دیر تک گفتگو کرتے رہتے۔ باوجودیکہ وہ مکان نہایت ہی مختصر اور بالکل معمولی تھا۔ جو ایک عیسائی کی طبیعت کو لبھا نہیں سکتا لیکن پادری صاحب وہاں بڑی خوشی سے دیر تک بیٹھے رہتے اور بڑی محویت اور عقیدت سے آپکی باتیں سنتے۔ مشن والوں نے جب یہ دیکھا۔ تو پادری صاحب کو اس سے روکنا چاہا۔ اور کہا کہ اس میں مشن کی ہتک ہے۔ کہ آپ وہاں جاکر بیٹھتے۔ اور انکی باتیں سنتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم نہیں جانتے۔ یہ ایک بڑا عظیم الشان انسان ہے۔ میں اسکو خوب سمجھتا ہوں +

غالباً اسی زمانہ میں آپنے والد صاحب کے ایما سے وکالت کے امتحان کی تیاری کی آپ کے ہم سبق اور رفیق کوئی ہندو تھے لیکن مصلحت الٰہی نے آپکو اس شغل سے روک لیا کہ اس سے اس عظیم الشان کام کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ جو آیندہ آپ کے سپرد ہونیوالا تھا سیالکوٹ کی زندگی اور ملازمت پیشہ لوگوں کی بداعمالیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپنے اپنے حالات پر مولانا روم کے یہ شعر منطبق کئے ہیں ؎

من بھر جمعیتے نالاں شدم　　جفت خوشحالاں و بدحالاں شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من　　در درون من نجست اسرار من

آخر کار والد صاحب کی محبت انکی دنیوی خواہشات پر غالب آئی۔ اور اپنے لخت جگر کے فراق کو زیادہ دیر برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے آپکو نوکری چھوڑ کر چلے آنے کیلئے لکھا۔ چنانچہ آپ نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور فوراً استعفا دے کر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ وہاں پہنچتے ہی والد صاحب نے پھر زمینداری کا کام سپرد کر دیا لیکن وہاں آپکو قرآن شریف اور دیگر کتب کے مطالعہ کا اکثر وقت مل جاتا تھا۔ اور آپ عموماً کتابیں مطالعہ کرتے اور اپنے والد صاحب مکرم معظم کو بھی سناتے تھے جس سے والد صاحب کے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی۔ کہ آپکو دنیا کے کاموں سے قطعی نفرت ہے اور محض دین ہی دین آپکا شغل ہے۔ اس کو دیکھکر بعض وقت انہیں فکر ہوتا۔ اور اپنے دوستوں سے کہتے کہ مجھے غلام احمد کا فکر ہے۔ یہ کہاں سے کھائیگا۔ وہ کیا جانتے تھے۔ کہ روز کی روٹی تو ایک طرف اس کی جھولیوں میں لعل و جواہر آکر پڑینگے اور وہ بصد استغنا انہیں ساری قوم پر نثار کر دیگا

عبادات میں آپکو اس درجہ انہماک تھا۔ کہ جب کوئی شخص آپکے والد صاحب سے آپکا پتہ دریافت کرتا۔ تو وہ جواب دیتے۔ کہ مسجد کے سقاوہ کی کسی ٹوٹنی میں جا کر دیکھو۔ اگر وہاں نہ پاؤ۔ تو مسجد کے اندر کسی گوشہ میں تلاش کرو۔ اگر وہاں بھی نہ ہو۔ تو دیکھنا کہ کسی صف میں کوئی لپیٹ کر کھڑا کر گیا ہوگا۔ کیونکہ وہ زندگی میں ہی مرا ہوا ہے ✣

ایکدفعہ آپکو خواب میں ایک معمر پاک صورت بزرگ دکھائی دیئے۔ جنہوں نے آپ سے

کہا کہ "کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کیلئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے"۔ چنانچہ آپ نے خفی طور پر روزے رکھنے شروع کئے۔ باہر مردانہ نشست گاہ میں آپ کھانا منگوا لیتے اور قصبہ کے یتیم بچوں کو کہہ رکھا تھا جو آکر آپ سے لیجاتے۔ کچھ دنوں تک التزام رکھنے کے بعد آپکو خیال ہوا۔ کہ ایسے روزوں کا کیا فائدہ کہ ایک وقت پیٹ بھر کر روٹی کھا لی جائے کی طرح کھانے کو کم کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپنے آہستہ آہستہ کھانے کو کم کرنا شروع کیا جس سے دن رات میں آپکی غذا صرف ایک روٹی رہ گئی۔ پھر اسکو بھی کم کیا اور آہستہ آہستہ آپکی غذا چند تولے روٹی رہ گئی۔ اور آٹھ نو ماہ تک آپ صرف اس چند تولہ روٹی پر ہی گزارہ کرتے رہے جس سے خدا کے فضل سے آپکی صحت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ ان روزوں سے اللہ تعالیٰ نے آپکو خواب اور مکاشفات میں بڑے بڑے عجائبات دکھلائے بعض گزشتہ نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں اس امت کے اولیا کی زیارت حاصل ہوئی۔ خود حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلعم عین عالم بیداری میں تشریف فرما ہوئے جس کا تذکرہ آپنے خود ذیل کے اشعار میں کیا ہے حضرت نبی کریم صلعم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:

یاد کن وقتیکہ در کشفم نمودی شکل خویش — یاد کن ہم وقت دیگر کامدی مشتاق وار

یاد کن آں لطف و رحمت ہا کہ با من داشتی — واں بشارت ہا کہ میدادی مرا از کردگار

یاد کن وقتے چو بنمودی بہ بیداری مرا — آں جلالے آں رخے آں صورتے رشک بہار

علاوہ ازیں بہت سے انوار روحانی تمثیلی طور پر آپ پر نازل ہوتے۔ اس سے اس زہد و ریاضت کا پتہ لگتا ہے۔ جو والد صاحب کی زندگی میں ہی آپنے اختیار کر رکھی تھی۔

والد صاحب مکرم کی تو عمر ہی دنیوی عزّ وجاہ کے حصول کی کوششوں میں صرف ہوئی تھی انکو بیٹے کا یہ زہد و تقوی کہاں پسند تھا۔ لیکن اپنی آخر عمر میں انہوں نے بھی محسوس کر لیا کہ دنیوی مصروفیتوں سے بڑھکر عقبیٰ کی تیاری ہے۔ اور تلافی مافات کیلئے قادیان کے عین وسط میں ایک مسجد بنائی جس کا نام بعد میں مسجد اقصٰی رکھا گیا اور وصیت کی کہ میری قبر اس مسجد کے ایک گوشہ میں ہو۔ تا کہ اذان کی آواز کانوں میں پڑے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالےٰ اسی کو ذریعہ مغفرت بنائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مسجد بنوانے کے بعد ہی وہ بیمار ہو گئے اور پچاس سال کی عمر میں اس دار فانی سے عالم عقبیٰ کو سدھار گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بڑے ہی نیک دل اور صاف باطن انسان تھے اور نہایت شریفانہ برتاؤ ہر ایک سے کرتے تھے۔ دیندار بھی تھے۔ گو دنیوی مصروفیتوں میں زیادہ وقت صرف کرنا پڑتا تھا*
کرنا پڑتا تھا ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنیوالے میں

انکی بنائی ہوئی مسجد کو اللہ تعالیٰ نے جو شرف قبولیت بخشا ہے۔ اس سے انکی حسن نیت اور قلبی صفائی کا پتہ لگتا ہے۔ یہ مسجد حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں زیادہ وسیع کر دی گئی جس سے مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی قبر قریباً وسط میں ہو گئی ہے۔ اور یہ مسجد اس وقت ایک مرجع خلائق بن چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

*حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ جس وقت آپکے والد ماجد فوت ہوئے آپکی عمر ۳۴ یا ۳۵ سال تھی۔ جس کے رو سے یہ ۱۸۷۴ء یا ۱۸۷۵ء کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آپکے برادر بزرگوار مرزا غلام قادر صاحب کے نام جو تعزیتی خط فنانشل کمشنر پنجاب کیطرف سے چھپا ہوا ہے اس پر ۲۹ جون ۱۸۷۶ء تاریخ لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام مرتضےٰ صاحب کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔ جب آپکی عمر چھتالیس سال کی تھی۔

جس روز آپ کے والد صاحب قبلہ کا انتقال ہونے والا تھا۔ آپکو الہام ہوا وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ یعنی قسم ہے آسمان کی جو ہر قسم قضا و قدر کا مبدء ہے۔ اور قسم ہے اس واقعہ کی جو غروب آفتاب کے بعد ہونے والا ہے۔ اور ساتھ ہی آپکو سمجھایا گیا کہ آج ہی شام کے بعد آپکے والد صاحب بزرگوار انتقال فرما جائینگے۔ اس سے آپکو طبعاً صدمہ ہوا اور یہ خیال بھی دل میں گزرا۔ کہ جناب والد صاحب کے ساتھ بہت سے اسباب معیشت وابستہ تھے ایسا نہ ہو کہ انکی وفات سے اس بارہ میں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے ایک اور الہام سے آپکو اطمینان بخشا۔ اور فرمایا الیس اللّٰہ بکاف عبدہ۔ کیا اللہ اپنے بندہ کیلئے کافی نہیں؟ اس الہام سے آپکی ڈھارس بندھ گئی اور آپ نے اسکو انگوٹھی پر کھدوالیا۔ اور وہ مدت العمر آپکے پاس رہی۔ والد صاحب کا انتقال اسی روز شام کے آٹھ بجے ہو گیا جس کے بعد آپکی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے جسکا ذکر آگے آئیگا۔

# باب سوم

## سلسلہ مکالمات الٰہیہ

### لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا

جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے ہیں حضرت مسیح موعودؑ کے والد صاحب بزرگوار کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی تھی لیکن مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ اس سے پہلے ہی آپکے ساتھ شروع ہو چکا تھا۔ آپکی اپنی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۸-۶۹ء میں بھی یہ سلسلہ آپکے ساتھ

جاری تھا (ملاحظہ ہو براہین احمدیہ صفحہ ۵۲۰) بلکہ رویائے صادقہ جو کہ بھی الہام ہی کی ایک قسم ہے بہت پہلے سے ہوتے تھے۔ مثلاً آپ نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا ذکر کیا ہے (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۲) ممکن ہے رویا کے علاوہ الہام کا سلسلہ بھی اسی زمانہ یا اس سے پہلے سے شروع ہو چکا ہو لیکن ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء کا زمانہ وہ ہے جس کی نسبت آپ نے لکھا ہے۔ کہ اس وقت "یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصے میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا" جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مکالمہ و مخاطبہ کا سلسلہ آپ کے ساتھ ابتدائی عمر میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور آئندہ جن عظیم الشان مراتب پر آپ کو فائز کیا جانے والا تھا اسکی بشارات شروع عمر سے ہی آپکو دی جا رہی تھیں۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ وہ عظیم الشان کام جو آئندہ آپ کے سپرد ہونے والا تھا اس کیلئے آپکو شروع سے ہی تیار کیا گیا آپکے ابتدائی الہامات میں صاف طور پر آپ کے مراتب عالیہ کا ذکر موجود ہے آپکے ساتھ نصرت و تائیدات الٰہیہ کے وعدے ان میں بالتصریح پائے جاتے ہیں اور بڑی بڑی فتوحات اور کامیابیوں کی خبر دی گئی ہے۔ مثلاً ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں آپکو یہ الہام ہوا کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

پھر ایک اور الہام آپ کا ہے۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ ایسا ہی یہ بھی الہام ہوا "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا"

ایک اور الہام ہے "میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو

اُٹھاؤں گا"۔ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔ انت
محدث اللہ فیك مادّہ فاروقیہ ۔ یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ +

ایسا ہی اور بہت سے عربی۔ اُردو۔ فارسی اور انگریزی زبان میں الہامات ہوئے۔ ...... جن سے صاف ظاہر ہے کہ ابتدا ہی میں آپکو ان مراتب عالیہ کی بشارات دی گئی تھیں جن پر بعد میں آپکو فائز کیا گیا اور ایسا ہی ان مخالفتوں کا حال بھی بتا دیا گیا تھا جو اصلاح خلق کی راہ میں پیش آنیوالی تھیں اور ... فتوحات کی خوشخبری بھی آپکو پہنچا دی گئی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور آپکے ساتھ خدا تعالیٰ کی محبت کا بھی ان سے اظہار ہوتا ہے۔ یہ تمام باتیں کس طرح سے آپکی زندگی میں پوری ہوئیں۔ اسکے بیان کرنے کا یہ موقعہ نہیں لیکن اس سے اس قدر ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپکو ابتدائی عمر سے ہی ایسی ایسی عظیم الشان بشارات ملتی تھیں اور خاص طور پر مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جاتا تھا۔
ایسا ہی آپکی ابتدائی زندگی میں بہت سی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جنکی خبر آپنے قبل از وقت دی ۔ اور وہ بعینہ پوری ہو گئیں۔ قادیان کے اکثر آریہ۔ ہندو اور سکھ اور مسلمانوں کے نام آپنے لکھے ہیں جنہیں وہ تمام باتیں قبل از وقت بتا دی گئیں اور انہیں ان پیشین گوئیوں پر گواہ ٹھہرایا گیا اور آخر جب وہ پوری ہوئیں۔ تو وہ حیران ہوئے اور انہیں قائل ہونا پڑا کہ فی الواقعہ پیشگوئی سچی نکلی +

افسوس ہے اس کتاب میں جس اختصار اور ایجاز کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ وہ ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ایسی بہت سی پیشگوئیوں کو شرح و بسط سے لکھیں

لیکن یہاں نمونتہً ایک پیشگوئی کا ذکر کردینا ضروری ہے۔ ایک آریہ صاحب کا جو آپ کی پیشگوئیوں کا منکر تھا۔ ایک عزیز کسی مقدمہ میں گرفتار ہوگیا تو آریہ صاحب نے آپکو تحدی کیساتھ کہا۔ کہ غیبی خبر اسکو کہتے ہیں کہ آج کوئی بتلائے۔ کہ ہمارے اس مقدمہ کا کیا انجام ہوگا۔ ہرچند آپنے سمجھایا کہ یہ خدا تعالیٰ کے اختیار کی بات ہے کہ کسی کو اطلاع دے یا نہ دے لیکن وہ نہ مانا اور اس بات پر مصر رہا۔ اس پر آپنے دعا فرمائی جس پر ......... آپ کو اللہ تعالےٰ نے اس مقدمہ کا نتیجہ دکھا دیا۔ کہ اس مقدمہ کی مثل چیفکورٹ سے واپس آئیگی اور اس آریہ کے عزیز کی سزا نصف رہ جائیگی اور اس کے ایک رفیق کی پوری سزا بحال رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا +

غرض ان باتوں کے ذکر کرنے سے ہمارا منشا صرف یہ دکھایا ہے۔ کہ شروع عمر سے ہی آپکو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل تھا آپکے زہد اور ریاضت اور تقویٰ طہارت نے فضل الٰہی کو کھینچا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص توجہ آپ پر کی اور اپنی پاک باتوں سے آپکے لیئے روحانی تسکین کا ایسا سامان کیا جس سے بڑھکر اطمینان قلب کی صورت پیدا ہونی ناممکن ہے آپنے ان مکالمات اور رؤیا و صادقہ کو اسلام کی صداقت کیلئے بطور نشان پیش کیا اور بتایا کہ اسلام کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ اس کا خدا ہمیشہ اپنے پاک بندوں کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ لیکن دوسرے مذاہب کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص وقت تک کلام کیا اور پھر چپ ہوگیا۔ اس لیئے ان دوسرے مذاہب کے پاس اس دنیا میں خدا کو معلوم کرنے اس کو یقین کی آنکھوں سے دیکھنے کا اب کوئی ذریعہ نہیں۔ اور ان کا وارد

مدار محض پرانے قصوں پر ہے لیکن اسلام میں ہر شخص پاک باطن ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا اور اس سے ہمکلام ہو سکتا ہے۔ اسلام کی اس فضیلت کو بیان کرتے ہوئے آپ نے غیر مذاہب کو للکار کر کہا ہے

کوئی مذہب نہیں ایسا جو نشاں دکھلائے

یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے

غرض آپ نے جہاں اور بہت سے کاری حربے غیر مذاہب کے بطلان اور اسلام کی صداقت کو ثابت کرنے کیلئے مسلمانوں کے ہاتھ میں دیئے جن کا ذکر بالتفصیل آگے آئیگا وہیں یہ مکالمات الٰہیہ کا حربہ بھی تھا اور ظاہر ہے کہ یہ ایک زبردست ہتھیار ہے۔ جو اسلام اور دوسرے مذاہب کے صدق و کذب میں ایک بین امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔

# باب چہارم

## خدمت اسلام کا پہلا کام اور دعویٰ مجددیت

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من مجدد لھا دینھا

تیرھویں اور چودھویں صدی کے مفاسد سے کون شخص آگاہ نہیں۔ امت مرحومہ کے صلحا اور بزرگوں نے اس صدی کے فتن سے پناہ مانگی ہے۔ خود احادیث میں اس زمانہ کے شر اور فتنوں سے بڑے زور کے ساتھ ڈرایا گیا ہے۔ فی الحقیقت جس قدر مفاسد اس زمانہ میں رونما ہوئے ہیں شاید کبھی نہیں ہوئے۔ ایک بہت بڑا فتنہ جو اس صدی میں پایا جاتا ہے۔ وہ دین حق کو

غیر مذاہب کے حملے ہیں مسلمانوں کی اندرونی بیماریوں کو چھوڑ کر جب ہم صرف غیر مذاہب کے خطرناک حملوں پر نظر کرتے ہیں تو ایک ہیبت دل پر طاری ہو جاتی ہے جس قدر اسلام اور اس کے مقدس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم اور خدا تعالیٰ کے ساتھ تمسخر اور استہزا کیا گیا۔ انکو مورد طعن و تشنیع ٹھہرایا گیا۔ انکی تضحیک کی گئی اور ناپاک الزامات اور بہتانات تراشے گئے۔ شاید اس سے پیشتر کبھی ایسا منظر دنیا نے نہیں دیکھا۔ لیکن جس خدا نے دین اسلام کو دنیا میں بھیجا ہے۔ اسی نے اسکی حفاظت اور نصرت اور غلبہ کا وعدہ بھی کیا ہوا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ۰ مذاہب کا یہ جگھٹا اور انکا اسلام پر حملہ آور ہونا در اصل دین اسلام ہی کے غلبہ کے اظہار کے لئے ہے جو خدا کے اس بندے کے وجود سے مقدر تھا جس کے پاک حالات ہمارے زیر نظر ہیں +

حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں شروع سے ان مذاہب پر اسلام کا غلبہ ثابت کرنیکا ولولہ تھا۔ چنانچہ ابھی آپ منصب ماموریت پر فائز بھی نہ ہوئے تھے کہ آپنے ایک زبردست کتاب براہین احمدیہ کے نام سے تصنیف فرمائی جس میں آپنے اندرونی اور بیرونی دلایل سے قرآن مجید اور آنحضرت صلعم کی حقیقت اور صداقت کو ثابت کیا اور غیر مذاہب کی تعلیمات کے ساتھ انکا مقابلہ کرکے دکھایا اور اس کے ساتھ ہی سب مذاہب کو چیلنج دیا کہ اگر وہ ان دلائل میں اپنی کتابوں کی شارکت ثابت کردیں۔ یا اس سے عاجز ہونے کی صورت میں ان دلایل کو نمبروار توڑدیں۔ تو انکو جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبضہ و دخل دیدیا جائیگا۔ اس کتاب میں آپنے آریہ سماج۔ برہمو سماج۔ دیو سماج۔ سناتن دھرم اور ہندو دو

کے دیگر فرقوں اور عیسائیوں کو بالخصوص مخاطب کیا اور دلایل قاطعہ کے ساتھ انکے عقاید کی تردید کرتے ہوئے قرآن کی صداقت کو اظہر من الشمس کیا۔ یہ کتاب جس پایہ کی ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ باوجود ایں قدر تحدی کے آج تک اس انعام کا کوئی دعویدار پیدا نہیں ہوا۔ نہ کسی نے ان دلایل میں اپنی کتاب کی مشارکت ثابت کی۔ نہ انکو توڑنے کی جرأت ہوئی ٭

خود مسلمانوں نے اس کتاب کو بہت بڑی خدمت اسلام سمجھا اور ایسے نازک وقت میں کہ دین اسلام تمام مذاہب کا نشانہ بن چکا تھا۔ اس کو اس کی عظیم الشان فتوحات میں سے قرار دیا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بعد میں آپ کا شدید ترین مخالف بن گیا اور شدت مخالفت میں رئیس المکفرین بننے سے بھی دریغ نہ کیا۔ براہین احمدیہ کو ایک ایسی خدمت اسلام سمجھتا تھا جو تیرہ سو سال میں اپنا نظیر نہیں رکھتی ٭

ہم اس مضمون پر کہ کس اسلوب اور انداز سے آپنے اسلام کی صداقت کو اس کتاب میں ثابت کیا اور دلایل کا استخراج کس نہج پر کیا۔ آگے چل کر مفصل روشنی ڈالینگے اس جگہ صرف اسی قدر ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ آپکی یہ پہلی اسلامی خدمت تھی جس نے عالم اسلام کو ایک نہایت نازک حالت سے اٹھا کر مضبوط چٹان کے اوپر کھڑا کر دیا اور غیر مذاہب پر دلائل قاطعہ کے ساتھ ایسی اتمام حجت کی۔ کہ اس کا کوئی جواب ان سے بن نہیں آیا۔ اگرچہ جنگ انکی طرف سے اسی سب وشتم اور تمسخر و استہزا کا سلسلہ جاری ہے جسکو ابتداء سے انہوں نے اپنا طریق عمل بنا رکھا ہے لیکن دلائل حقہ کا جواب ان کے پاس کوئی

نہیں۔ اور نہ آجتک اس رنگ میں سر اُٹھانے کی اُنہیں مجال ہے ۔

براہین احمدیہ کی تصنیف سے پہلے آپنے متعدد اشتہارات آریہ سماج کے جواب میں شایع کئے جن میں روح و مادہ وغیرہ پر بحث کی گئی اور دیانندی معتقدات کے ثابت کرنے پر پانچسو روپیہ انعام کا وعدہ کیا۔ ایک اشتہار میں سوامی دیانند کے ساتھ مباحثہ بھی منظور کیا لیکن انہیں مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ نہ انعام حاصل کرنے کی طاقت ان کو میسر آئی دین اسلام یا قرآن کریم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون اس وعدہ کو پورا کرنے کا سامان اللہ تعالیٰ نے اس رنگ میں کر رکھا ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر آتا ہے۔ جو اپنے زمانہ کے تمام فتن اور غلطیوں کی اصلاح کرکے دین اسلام کو از سر نو تازہ کر دیتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کھلا ارشاد ہے۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ رأس مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص کھڑا کر دیا کرے گا۔ جو اس اُمت کیلئے اس کے دین کو تازہ کرے۔ ایسے پاک انسان گذشتہ تیرہ صدیوں میں پیدا ہوتے رہے اور اُمت مرحومہ نے ان کو اپنے اپنے زمانہ کے مجدد تسلیم کیا۔ چودھویں صدی میں بھی کسی ایسے شخص کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ بالخصوص جب اس کے مفاسد اس درجہ بڑھے ہوئے ہیں جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پاک انسان کو اس صدی کے سر پر مبعوث فرمایا جس کے حالات آپکے زیر مطالعہ ہیں اور اس سے بڑھکر کون اس خلعت کا مستحق ہو سکتا تھا جس نے نہ صرف اپنی اصلاح نفس

اور تزکیہ کو ہی اپنا شعار بنایا بلکہ دین اسلام کی ایسی عظیم الشان خدمت سرانجام دی جسکی نظیر بقول مولوی محمد حسین بٹالوی تیرہ سو سال میں نہیں ملتی۔ چنانچہ آپ نے براہین احمدیہ میں اپنی مجددیت کا اعلان کیا۔ ........... لیکن بیعت کا اذن ابھی آپکو نہیں ہوا تھا اس لئے باوجودیکہ لوگ کثرت سے آپکی بیعت میں شامل ہونا چاہتے تھے ... آپ بیعت لینے سے انکار کر دیتے تھے۔ آخر کار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو بمقام لدھیانہ اللہ تعالیٰ نے آپکو بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی اور آپ نے اس کا اعلان کیا جس پر کثرت سے لوگ آپکی بیعت میں شامل ہونے شروع ہوئے اور ایک بہت بڑی جماعت آپکی مریدی میں داخل ہو گئی

# باب پنجم

## دعویٰ مسیحیت و مہدیت اور لوگوں کی مخالفت

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم

اگر کاذب یا دنیا دار انسان ہوتا۔ تو اس شہرت۔ اس عزت و عظمت۔ اس جمعیت کو جو آپکے ساتھ ہوگئی تھی۔ ہر طرح سے قایم رکھنے کی کوشش کرتا کس قدر پیر اور مولوی ہیں جو محض اس خیال سے کہ لوگ بگڑ جائینگے حق بات کہنے سے پرہیز کرتے ہیں لیکن اس پاک انسان کی فطرت کو اللہ تعالیٰ نے ایسی آلودگیوں سے پاک رکھا تھا۔ وہ دنیا کا نہیں تھا۔ کہ اسے عزت کی خواہش ہوتی۔ اسکے مدنظر خدا کا حکم تھا جس کو پہنچانا وہ اپنا اولین فرض سمجھتا تھا خواہ اس میں جان بھی چلی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا

کہ مسیح ناصری فوت ہو چکا۔ اور اس اُمت کا مسیح تو ہے۔ تو آپ نے اس کا اعلان کرنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ سے کام نہ لیا۔ نہ کسی کی مخالفت کا خوف ..... دامنگیر ہوا۔ صرف اپنے الہام ہی کو پیش کرنے پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ قرآن کریم کی صحیح آیات سے یہ ثابت کر دکھایا کہ فی الواقعہ مسیح ناصری آج سے دو ہزار سال پہلے فوت ہو چکے ہیں۔ اور جس مسیح کے آنے کا اس اُمت کو وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ آپ ہی ہیں۔ کیونکہ مسیح کی خو بو میں ہو کر آئے ہیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا۔ کیونکہ مسیح ناصری کے آنے سے جہاں اور بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں ختم نبوت کی مہر بھی ٹوٹتی ہے۔ دوسری طرف عیسائیت کا فتنہ اس بات کا متقاضی تھا کہ اس صدی کا مجدد مسیح ہو کر آئے۔ چنانچہ آپؑ نے خود اپنے آپ کو اسی رنگ کا مسیح قرار دیا ہے۔ جہاں فرمایا ہے

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

ایسا ہی آپؑ نے مہدی معہود ہونے کا بھی دعویٰ کیا کیونکہ حدیث میں مہدی اور مسیح کو ایک ہی شخص قرار دیا گیا ہے لا مھدی الا عیسیٰ اگرچہ مہدی کے متعلق اور بہت سی روایات موجود ہیں لیکن ان میں سے بہت سی ایسی ہیں جو صحیح نہیں سمجھی جا سکتیں یہی وجہ ہے کہ بخاری و مسلم نے مہدی کی ایک بھی حدیث اپنی صحاح میں نہیں لکھی اور نہ دوسری ایسی احادیث کے مصداق گذشتہ زمانوں میں بہت لوگ ہوتے رہے ہیں۔ حضرت اقدس کو جس مہدویت کا دعویٰ تھا وہ وہی ہے جس کی موجودگی مسیح موعود کے زمانہ میں ضروری قرار دی گئی

اور لا مهدی الا عیسیٰ کہکر صاف کر دیا ہے کہ یہ دراصل ایک ہی وجود کے مختلف نام ہیں کیونکہ وہ عظیم الشان کام اس کے سپرد ہونے تھے ایک مسیحیت کا رد اور دوسرے مسلمانوں کی اصلاح +

اس کے ساتھ ہی آپ نے اس غلط خیال کی بھی کھلے طور پر تردید کی جو مہدی و مسیح کے متعلق عام طور پر مسلمانوں میں موجود ہے کہ وہ تلوار کے ساتھ دین کی اشاعت کرینگے آپ نے صاف طور پر بتایا کہ دین اسلام کو کسی تلوار کی حاجت نہیں بلکہ وہ اپنے براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ سے دلوں پر تسلط حاصل کرے گا اور اس تسلط کے قایم کرنے کے لیے مسیح و مہدی کا آنا مقدر تھا جو میں ہوں۔ ان خیالات اور دعاوی کا شائع ہونا تھا کہ چاروں طرف مخالفت کی ایک آگ مشتعل ہوگئی۔ غیر مذاہب کے لوگ تو پہلے ہی دشمن بنے ہوئے تھے۔ اب مسلمانوں کا بھی ایک کثیر حصہ دشمن جان بن گیا۔ یہانتک کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جس نے براہین احمدیہ کو ایک عظیم الشان اسلامی خدمت قرار دیا تھا۔ فتویٰ کفر لیکر چاروں طرف پھرنے لگا۔ اور ہندوستان کے طول و عرض میں چکر لگا کر مولویوں سے آپ کے کفر پہ مہریں کرائیں۔ گالیاں آپکو دی گئیں۔ مقدمات آپ پر بنائے گئے۔ یہانتک کہ عیسائیوں نے جب اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لیے آپ پر قتل کا مقدمہ بنایا۔ تو مولویوں نے ان کا ساتھ دیا اور محض میرزا کے بغض کی وجہ سے اسلام پر ہاتھ صاف کرنے سے دریغ نہ کیا ؎

شادم کہ بار قیباں دامن کشیدہ رفتم      گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

آپ کے ساتھیوں کو ہر طرح سے دکھ دینے کی کوشش کی گئی۔ ان کا مقاطعہ کیا گیا۔ انہیں مارنے اور پیٹنے سے دریغ نہ کیا گیا ان کے مال اور ان کی بیویوں کو حلال سمجھا گیا اور جہانتک ممکن تھا۔ ہر طرح ذلیل اور برباد کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ ہر چند آپ نے مسلمانوں کو سمجھایا۔ ان کے غلط الزامات کی تردید کی۔ کلمہ پڑھ پڑھ کر اپنا مسلمان ہونا ثابت کیا۔ موکد بعذاب قسمیں اٹھائیں کہ دین اسلام کے کسی بھی اصول اور عقیدہ اہل سنت والجماعت سے ہرگز انکار نہیں۔ کفر کی تمام وجوہات دعویٰ نبوت۔ انکار ملائکہ۔ دوزخ بہشت لیلۃ القدر وغیرہ کے انکار سے قطعی انکار کیا لیکن مخالفین کو چونکہ خواہ مخواہ عناد و بغض تھا جیسا ہمیشہ مامورین کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے اس لئے وہ اپنے فتووں اور مخالفت پر قایم رہے اور جہانتک ممکن تھا اس سلسلہ کو تباہ کرنے کے لئے پورا زور لگایا۔ لیکن وہ خدا جس نے ابتدائی عمر میں آپ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا
اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا" +

وہ خدا جس نے آپ کو اس منصب کے لئے کھڑا کیا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ پکڑا اور اور آپ کو آپ کے ساتھیوں کو ضایع ہونے سے بچا لیا۔ بلکہ وہ عظیم الشان نصرت دی۔ کہ جس کی نظیر سوائے مامورین کے اور کہیں نظر نہیں آتی۔ جس کا مفصل حال آپ کو آئندہ باب میں معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ +

# باب ششم

## مخالفین کی یورشیں اور قہری نشانات

"انی مھین من اراد اھانتک"

جیسا کہ ہمیشہ سے سنت اللہ چلی آئی ہے۔ مامور الٰہی کے ساتھ تمسخر و استہزا اور اسکی مخالفت آخر کار عذاب الٰہی کی کشش کا موجب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور ان زور دار حملوں کے ذریعہ سے جن کا پہلے سے اس نے وعدہ دے رکھا تھا اسکی سچائی کو اس نے ظاہر کرنا چاہا چنانچہ ۱۸۹۷ء میں طاعون کا خطرناک عذاب پہلی دفعہ پنجاب میں ظاہر ہوا لیکن اس کا دائرہ ابھی محدود تھا تاکہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں لیکن افسوس۔ کہ اس وقت بھی عام طور پر لوگوں نے اسے ایک اتفاقی امر قرار دیا اور اپنے وطیرہ کو ترک نہ کیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس عذاب الٰہی نے ۱۸۹۸ء میں اور اس کے بعد نہایت خطرناک صورت اختیار کر لی اور پنجاب کا کوئی ضلع۔ کوئی شہر اور گاؤں اسکے مہلک اور تباہ کن اثرات سے خالی نہیں رہا حضرت مسیح موعودؑ نے اسکی خبر پہلے سے دیدی ہوئی تھی چنانچہ ۶ فروری ۱۸۹۸ء کو آپ کا ایک اشتہار شائع ہوا جس میں آپ نے اپنی رویا لکھی۔ کہ پنجاب کے مختلف مقامات پر سیاہ پودے لگائے جا رہے ہیں جب انکے متعلق پوچھا گیا۔ کہ یہ کیسے ہیں۔ تو جواب ملا۔ کہ یہ طاعون کے پودے ہیں۔ اس رویا کو لکھتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے صراحت کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ پنجاب کا کوئی مقام اور کوئی جگہ

طاعون سے خالی نہ رہے گی۔ بلکہ یہ بیماری جگہ جگہ پھیل جائے گی +

اسکے ساتھ ہی آپ کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اپنے ان ساتھیوں کے متعلق جو نیکی اور پاک باطنی میں بڑھے ہوئے ہیں اور ان کا دل دنیوی آلایشوں سے پاک ہے۔ یہ پیشگوئی کی۔ کہ وہ طاعون سے نہیں مرینگے۔ اسلئے آپنے بطور نشان ٹیکہ نہیں لگوایا۔ اگرچہ اپنی جماعت کو اس سے منع بھی نہیں کیا۔ بلکہ ترغیب دلائی۔ کیونکہ بعض کمزور طبائع بھی ہوتی ہیں جو اپنے کسی نقص کی وجہ سے پکڑی جاسکتی ہیں۔ اس لئے انکو ابتلاء سے بچانا ضروری تھا لیکن آپکے بہت سے ساتھیوں نے بھی ٹیکہ نہیں لگوایا۔ اور خدا کے فضل سے محفوظ رہے +

طاعون کے علاوہ آپنے شدید زلزلوں کی بھی پیشگوئیاں کیں۔ جن کا ظہور ۴ اپریل ۱۹۰۵ء اور ۲۸۔ فروری ۱۹۰۶ء کو ہوا۔ یہ دونوں زلزلے نہایت شدید تھے۔ بالخصوص اول الذکر قیامت کا نمونہ تھا جس نے ہندوؤں کے مقدس تیرتھ جوالا مکھی کو جو کانگڑ کی پہاڑی پر واقعہ ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے کردیا +

لیکن ان انذاری نشانات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دوسرے طریقوں سے بھی مسلمانوں پر اتمام حجت کرنی چاہی اور آپکی صداقت کے نشانات پر نشانات انہیں دکھائے۔ ایک عظیم الشان نشان جس کی آج سے قریباً تیرہ سو سال پیشتر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ رمضان میں چاند اور سورج کے کسوف خسوف کا واقعہ تھا۔ حدیث نبوی میں صاف ہے۔ ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض ینخسف القمر اول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی نصفھا۔ یعنی

ہمارے مہدی کے لئے دو نشانات ہیں جو اس وقت سے جب سے زمین و آسمان پیدا کئے گئے . بالکل ظاہر نہیں ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ چاند رمضان کی پہلی تاریخ کو گہن لگے گا اور سورج نصف کو ۔ اب ظاہر ہے کہ یہ ایک بڑا بھاری نشان ہے جسکے واقعہ ہونے پر حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اظہر من الشمس ہوگئی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا کہ پیشگوئیوں کا قاعدہ ہے ۔ کہ ان میں کچھ نہ کچھ اجمال یا تاویل طلب بات ضرور ہوتی ہے ۔ اس پیشگوئی میں بھی ایک معمولی سا اجمال موجود ہے ۔ وہ یہ کہ پہلی رات کے چاند کو گہن لگنا ایک بالکل بے معنی بات ہے ۔ وہ تو پہلے ہی نظر آنا مشکل ہوتا ہے ۔ علاوہ ازیں چاند اور سورج کو لگنے گہن کی تاریخیں مقرر ہیں ۔ ان سے باہر نہیں ہو سکتا ۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ۔ اس لئے چاند کو رمضان کی پہلی رات گہن لگنے سے مراد اپنی تاریخہائے گہن یعنی ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ میں سے پہلی شب گہن لگتا ہے ۔ اور سورج کو اپنے گہن کے دنوں ۔ ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ میں سے درمیانی دن اور ایسا واقعہ کبھی اس سے پیشتر نہیں ہوا کہ رمضان کی ۱۳ کو چاند کو گہن لگا ہو اور اسی رمضان کی ۲۸ کے دن سورج کو ۔ خدا تعالیٰ کی یہ خاص نصرت اور تائید سمجھنی چاہیئے ۔ کہ حضرت مہدی معہود کی تائید میں یہ دونوں نشانات بھی سنہ ۱۸۹۴ء میں ظاہر ہوئے جن سے مخالفین کی ہمتیں ٹوٹ گئیں اور لوگ کثرت سے اس سلسلہ میں داخل ہونے شروع ہو گئے سنہ ۱۸۹۲ء میں جب دعویٰ مسیحیت و مہدویت کو ابھی ایک ہی سال ہوا تھا ۔ جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ قادیان میں ہوا جس میں صرف ۷۵ احباب شریک ہوئے لیکن

سنہ ۱۸۹۶ء کے سالانہ جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد ۳۱۳ تھی *

ایک اور بڑا بھاری نشان مسٹر عبداللہ آتھم کی موت ہے سنہ ۱۸۹۱ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ نے وفات مسیح کا اعلان کیا۔ تو سب سے زیادہ یہ بات پادریوں کو ناگوار گزری کیونکہ عیسائیت کی بنیاد حیات مسیح کے مسئلہ پر ہے اسلئے سنہ ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں ایک عظیم الشان مباحثہ حضرت مسیح موعودؑ اور عیسائیوں کے مابین ہوا جو ۲۲ مئی سنہ ۱۸۹۳ء سے شروع ہوکر ۵ جون سنہ ۱۸۹۳ء کو ختم ہوا عیسائیوں کی طرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم مناظر تھے اور ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ان کے مددگار یہ مباحثہ ... ... ... ... ... ... اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بے نظیر تھا۔ اور اس میں اسلام کو اس قدر زبردست فتح نصیب ہوئی اور عیسائیت کو ایسی شکست فاش۔ کہ اس کے بعد پھر انہیں میدان مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ بلکہ دن بدن ان کا کام کمزور ہی ہوتا گیا۔ لیکن مباحثہ کے علاوہ ایک زبردست نشان بھی ظاہر ہوا۔ وہ یہ کہ مباحثہ کے اختتام پر حضرت مسیح موعودؑ نے اعلان کیا۔ کہ عبداللہ آتھم جلد ہلاک ہو جائیگا اور اسکی ہلاکت کی میعاد ۱۵ ماہ بتائی گئی۔ بشرطیکہ وہ اس عرصہ میں حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اس شرط سے آتھم نے فائدہ اٹھایا۔ سب سے پہلے اس نے عین جلسہ میں ہی کانوں پر ہاتھ رکھے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال وغیرہ نہیں کہا۔ بعد میں اور بھی ایسے واقعات ہوئے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ اس نے رجوع الی الحق کیا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو اس سے ٹال دیا جس پر میعاد پیشگوئی گذر جانے کے بعد عیسائیوں نے شور مچانا شروع کیا۔ کہ

پیشگوئی بلحاظ ثابت ہوئی۔ آتھم کو حضرت مسیح موعودؑ نے حلفیہ شہادت دینے کے لیے چیلنج دیا۔
کہ رجوع الی الحق اس نے نہیں کیا۔ بار بار اس سے بذریعہ اشتہارات اس بارہ میں قسم اٹھانے
کیلئے کہا گیا لیکن اس نے سچی بات کا اخفا کیا۔ جس پر آخری مطالبہ قسم میں پھر سات ماہ میں
اس کی ہلاکت کی پیشگوئی کی گئی۔ چنانچہ وہ ۲۷۔ جولائی ۱۸۹۶ء کو سات ماہ کے اندر ہی مر گیا۔
اس واقعہ سے عیسائیت کو بہت سخت صدمہ پہنچا۔ بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیے
کہ آتھم کے ساتھ مباحثہ اور اس کی موت نے ہندوستان میں کسر صلیب کا کام جو حدیث میں
مسیح موعود کے سپرد کیا گیا ہے۔ انجام تک پہنچا دیا۔ عیسائیوں نے اس شکست کو مٹانے کیلئے
ایک اور رنگ اختیار کیا۔ وہ یہ کہ تین دیسی عیسائیوں نے قتل کا ایک منصوبہ حضرت مسیح
موعود کے خلاف باندھا اور ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے ایک شخص عبدالحمید ساکنہ جہلم
کی معرفت یکم اگست ۱۸۹۷ء کو ڈپٹی کمشنر امرتسر کی عدالت میں آپ کے خلاف اقدام
قتل کا دعویٰ دائر کر دیا اور وہاں سے آپکی گرفتاری کے لئے چالیس ہزار کی ضمانت کے
وارنٹ جاری ہو گئے لیکن ابھی وارنٹ حضرت مسیح موعود تک نہ پہنچا تھا۔ کہ ڈپٹی کمشنر کو
معلوم ہو گیا۔ کہ مقدمہ کی سماعت امرتسر میں نہیں ہو سکتی بلکہ عدالت گورداسپور میں ہونی
چاہیے۔ چنانچہ مقدمہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں آیا جس نے سمن کے
ذریعہ سے آپکو طلب کیا۔ اس مقدمہ میں عیسائیوں نے تو اپنا پورا زور حضرت مسیح موعود
کے خلاف لگانا ہی تھا۔ لیکن ان کے علاوہ مولوی محمد حسین بٹالوی اور آریہ سماجیوں نے
بھی کھلے طور پر عیسائیوں کی مدد کی۔ آریوں میں سے پنڈت رام بھجدت نے ڈاکٹر ہنری کلارک

کی طرف سے اس مقدمہ کی مفت پیروی کی۔ لیکن ان تمام کوششوں کا نتیجہ کیا ہوا۔ وہی ذلت اور مسکنت جو ہمیشہ سے مخالفین حق کا حصہ رہی ہے۔ چنانچہ ۲۳ر اگست ۱۸۹۷ء کو مجسٹریٹ نے حضرت مسیح موعود کو بری کر دیا۔ اور صاف طور پر لکھا کہ یہ ایک جھوٹا مقدمہ کھڑا کیا گیا ہے اور ڈاکٹر ہنری مارٹن کو بھی عیسائیوں کا دھوکا دیکر اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے۔ یہ بریت اگرچہ بجائے خود ایک بہت بڑا نشان ہے۔ لیکن اس کی عظمت کو اور بھی بڑھانے والی ایک اور چیز ہے یعنی حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی۔ جو آپ نے فیصلہ مقدمہ سے پہلے ہی شائع کر دی تھی۔ اور دنیا کو بتا دیا تھا۔ کہ آپ کی بریت ہو جائیگی۔ اس بارہ میں ایک الہام یہ تھا ما ھذا الا تھدید الحکام دوسرا الہام تھا۔ ابرا۔ یعنی انجام کار آپ بری ہوں گے۔ ایک طرف ان دونو الہامات اور دوسری طرف مقدمہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے عام طور پر لوگوں کی نظریں اس مقدمہ پر لگی ہوئی تھیں۔ اور بڑے شوق سے فیصلہ کے منتظر تھے۔ جو الحمد للہ کہ مامور الٰہی کی تائید میں ہوا اور اس سے سلسلہ کی صداقت اور بھی چمک اُٹھی۔

ایک اور بہت بڑا نشان جو ۱۸۹۷ء کو ہی واقعہ ہوا۔ آریہ سماجی پنڈت لیکھ رام کا قتل تھا اوپر ہم بتا چکے ہیں۔ کہ آریہ سماج نے بھی ڈاکٹر ہنری کلارک کے مقدمہ میں نمایاں امداد دی۔ اس کی وجہ دراصل وہ شکست تھی جو پنڈت لیکھ رام کے قتل سے انہیں نصیب ہوئی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۸۸۴ء میں جب براہین احمدیہ کا چوتھا حصہ شائع ہوا۔ جس میں حضرت مسیح موعود اپنی بہت سی پیشگوئیوں کا ذکر کیا تھا۔ جسکے شاہد قادیان کے آریہ سماجی بھی تھے۔ تو لیکھ رام نے باوجود بے علمی کے مباحثات کے میدان میں قدم رکھا۔ اور اسلام

اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتابوں میں گالیاں دینی شروع کیں۔ آخر نومبر ۱۸۸۵ء میں وہ خود قادیاں پہنچا۔ اور حضرت مسیح موعود سے مباحثہ کے لئے خط و کتابت کی۔ اور اس بات پر کہ خدا تعالےٰ نشانات بھی دکھایا کرتا ہے۔ تمسخر و استہزاء کرتے ہوئے خود اپنے لئے نشان ہلاکت مانگا۔ چنانچہ ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء کو لیکھرام کی موت کی پہلی پیشگوئی شائع ہوئی۔ جس میں بتایا گیا کہ وہ چھ سال کے اندر اندر نہایت دردناک عذاب سے ہلاک ہو جائیگا بعد میں اس پیشگوئی کی اور بھی تفصیلات شائع ہوئیں۔ جن میں حضرت مسیح موعود نے بتایا کہ مَیں نے ایک رویا میں دیکھا۔ کہ ایک فرشتہ جس کی آنکھوں سے خون برستا ہے میرے پاس آیا اور دریافت کیا۔ کہ لیکھرام پشاوری کہاں ہے۔ ان پیشگوئیوں سے صاف طور پر ظاہر ہوتا تھا کہ لیکھرام کی ہلاکت کا نشان قتل اور خون سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے اس کی طرف ایک شعر میں بھی اشارہ کیا ہے جس میں فرمایا ہے ؎

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ — بترس از تیغِ برّانِ محمدؐ

چنانچہ ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء کو جو حسب پیشگوئی عید کا دوسرا دن تھا۔ لیکھرام کی ہلاکت ایسے ہی رنگ میں ہوئی کہ لاہور کے نہایت آباد اور گنجان حصہ میں جب کہ وہ اپنے مکان پر تھا کوئی شخص چھری سے اُس کا پیٹ چاک کر گیا۔ جس پر اُسے ہسپتال لے جایا گیا۔ مگر وہ جانبر نہ ہو سکا۔ لیکن اس کے قاتل کا پتہ آج تک نہیں لگا۔ آریہ سماج نے اس بارہ میں حضرت مسیح موعود کی خانہ تلاشی بھی کرائی مگر وہاں سے کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔ اور آپ کی عزت دوبالا ہو گئی۔ اور اس طرح یقتل الخنزیر کا کام بھی جو مسیح موعود کے سپرد ہوا تھا اپنی پوری

شان کے ساتھ سرانجام پایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک

ایسا ہی غالباً ۱۹۰۴ء میں امریکہ میں ایک شخص ڈوئی نام ظاہر ہوا۔ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ حضرت مسیح موعود نے اس کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر وہ چیلنج کو منظور نہ کرے تو بھی وہ ہلاک ہو جائیگا۔ چنانچہ اس کا نہایت خطرناک انجام ہوا۔ اس کے مریدوں نے اس کو بہت ذلیل کیا۔ اور اُس کی شراب خوری اور فاحشہ عورتوں سے ناجائز تعلقات ثابت کئے۔ آخرکار وہ مرض فالج میں گرفتار ہو کر نہایت ذلت کے ساتھ مر گیا۔

۱۸۹۳ء میں آتھم کے مباحثہ کے بعد ہی مولوی عبدالحق غزنوی نے امرتسر میں آپ سے مباہلہ کیا۔ لیکن آپ نے بالمقابل اُس کے لئے بددعا نہیں کی۔ اور یہی کہا کہ مَیں کلمہ گو کے ساتھ مباہلہ جائز نہیں سمجھتا۔ لیکن یہ مباہلہ یکطرفہ تھا۔ اور بعد کے واقعات نے حضرت مسیح موعود کی صداقت کو اور بھی روشن کر دیا۔

بعض اور لوگوں نے بھی یہ دعائیں کیں کہ مرزا صاحب سچے ہیں۔ تو ان کو خدا ہلاک کر دے۔ اور وہ اپنی ان دعاؤں کے مطابق ہلاک ہو گئے۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے دعا کی کہ خدا ظالم کو ہلاک کر دے۔ اور وہ اس کے بعد ایک ماہ کے اندر مر گیا۔ ایسے ہی مولوی محمد اسمٰعیل علیگڈھی اور بعض اور اشخاص بھی ہلاک ہوئے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں چراغ الدین جو ایک نیم عیسائی تھا۔ اس قسم کی دعا کر کے طاعون کے عذاب سے ہلاک ہوا۔ مقدمات جو آپ پر بنائے گئے۔ ان میں سے ایک کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ سنہ ۱۸۹۸ء میں آپ پر ایک فوجداری مقدمہ پولیس کی طرف سے بنایا گیا۔ جو آپ کے اشتہار مورخہ ۱۸۹۸ء

کی بنا پر تھا۔ اس اشتہار میں آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق یہ لکھا تھا۔ کہ جب مولوی محمد حسین اور اس کے رفقا کی بدزبانی حد سے گزر گئی۔ تو مَیں نے اس کی شکایت خدا کے حضور میں کی جس پر مجھے جناب الٰہی سے یہ بتایا گیا۔ کہ مولوی محمد حسین اور اُس کے رفقا کو تیرہ مہینہ کے اندر سخت ذلّت پہنچے گی۔ جو مثل اس ذلّت کے ہوگی۔ جو انہوں نے خدا کے برگزیدہ کو پہنچائی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین نے انہی دنوں میں ایک خفیہ ٹریکٹ انگریزی زبان میں چھپوایا۔ جس میں گورنمنٹ کو یہ بتایا کہ مَیں نے ان تمام احادیث کو جن میں خونی مہدی کے آنے کا ذکر ہے۔ مجروح قرار دیا ہے۔ اس ٹریکٹ کا منشا محض گورنمنٹ سے حصول عزّ و جاہ کی کوشش کرنا تھا۔ کسی طرح سے یہ ٹریکٹ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ آگیا۔ آپ نے اُس پر ایک استفتا لکھ کر مولویوں کو بھیجا کہ جس شخص کا مہدی کے متعلق ایسا اعتقاد ہو اس کو شریعت میں کیا کہا جائیگا۔ سب نے فتوٰے دیا کہ ایسا شخص کافر۔ دجال۔ ضال۔ مضل اور مرتد وغیرہ ہے۔ اس طرح سے جو فتوٰے مولوی محمد حسین کے استفتا پر حضرت مسیح موعود پر لگا تھا۔ وہی حضرت مسیح موعود کے استفتا پر مولوی محمد حسین پر لگایا گیا۔

لیکن اسی اثنا میں پولیس نے دفعہ ۱۰۷ تعزیرات ہند کے ماتحت آپ پر دعوٰے دائر کر دیا تھا۔ اور ظاہر کیا کہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ مرزا صاحب اپنی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے کسی قسم کا نقص امن کریں گے۔ حالانکہ پیشگوئی ایک اور رنگ میں پوری بھی ہو چکی تھی۔ بہر حال حضرت مسیح موعود نے ایک کتاب حقیقۃ المہدی انہی ایام میں لکھی۔

جس میں پیشگوئی شائع کی کہ آپ اس مقدمہ میں بری کئے جائیں گے۔ یہ کتاب پہلے سے شائع ہوگئی تھی۔ اور عین مقدمہ کے دن عدالت کے دروازہ کے سامنے حاضری سے پہلے مفت تقسیم کی گئی۔ چنانچہ اُسی دن آپ بری کئے گئے۔

ایک ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ جہلم میں ایک شخص کرم الدین نے آپ کے خلاف دائر کیا۔ اس مقدمہ سے دو سال پیشتر نومبر ۱۹۰۱ء میں آپ نے ایک رویا دیکھا تھا۔ (جو اخبار الحکم میں شائع ہوگیا تھا) کہ آپ کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کئے گئے ہیں لیکن آخر کار آپ بری کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اس مقدمہ میں آپ کے خلاف وارنٹ آئے آپ انہی ایام میں کتاب مواہب الرحمٰن لکھ رہے تھے۔ اس کے صفحہ ۲۹ پر آپ نے صریح الفاظ میں پیشگوئی کی۔ کہ آپ بری کئے جائیں گے۔ حاضری عدالت کی تاریخ ۱۷ر جنوری ۱۹۰۳ء تھی مواہب الرحمٰن ۱۴ر جنوری ۱۹۰۳ء کو شائع ہوئی۔ اور جہلم میں احاطہ کچہری میں بھی مقدمہ کے پیش ہونے سے پہلے مفت تقسیم کی گئی۔ اور دو یا تین دن بعد آپ کی بریت نے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ اس شخص کرم الدین نے ایک دوسرا مقدمہ آپ کے خلاف دائر کیا۔ جو کتاب مواہب الرحمٰن کے بعض الفاظ کی بنا پر تھا۔ جو اس مذکورہ بالا پیشگوئی میں آپ نے لکھے تھے۔ اس مقدمہ کے متعلق پہلے آپ کو یہ الہام ہوا۔ یوم الاثنین وفتح الحنین یعنی اس مقدمہ میں حنین کی فتح کی مانند ہوگا۔ کہ جسطرح جنگ حنین میں مسلمانوں کو پہلے بظاہر شکست ہوئی تھی اور پھر وہ سنبھلے اور دشمن کو پامال کیا۔ ایسا ہی اس مقدمہ میں ہوگا۔ اس کے بعد یہ مقدمہ تبدیل ہو کر گورداسپور کی عدالت میں آیا تو آپ

کو الہام ہوا ساکرمٹ بعد تھینک تیری توہین کے بعد تیرا اکرام کرونگا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس مقدمہ میں پہلے آپ کے خلاف فیصلہ ہوگا۔ لیکن بعد آپ کو فتح نصیب ہوگی۔ اس مقدمہ کے علاوہ آپ کے ایک مرید کی طرف سے مستغیث پر ایک مقدمہ دائر تھا۔ ان دونوں مقدمات کے متعلق آخر فیصلہ سے ڈیڑھ سال پہلے آپ نے یہ پیشگوئی شائع کی کہ مستغیث مذکور اس مقدمہ میں جو اس نے آپ کے خلاف دائر کر رکھا ہے ناکام رہیگا۔ اور خود ایک دوسرے مقدمہ کی زد میں آجائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابتدائی عدالت نے جیسا کہ الہامات سے معلوم ہوتا تھا۔ دونو فریق کو مجرم قرار دیا۔ لیکن عدالت اپیل نے اس فیصلہ کو جو حضرت مسیح موعود کے خلاف ہوا تھا غلط قرار دیا۔ اور دوسرا فریق سزایاب ہوا۔ یہ بھی عدالت نے لکھا کہ اگر کرم الدین کے خلاف اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ لکھے جاتے تو وہ اس کا مستحق تھا۔ اس مقدمہ کے دوران میں ۱۹۰۴ء میں متواتر پانچ ماہ آپ کو گورداسپور میں رہنا پڑا۔

اس کے علاوہ آپ کو ایک مقدمہ خود اپنے رشتہ داروں کے خلاف دائر کرنا پڑا۔ جو سخت مظلومیت کی حالت میں آپ نے کیا۔ آپ کے رشتہ داروں نے ایک دیوار شارع عام میں بنا کر آپ کے مکان اور مسجد کے رستہ کو روک دیا۔ اور اس سے آپ کو سخت تکلیف ہوئی۔ آپ نے ان کے خلاف استغاثہ کیا اور آپ کو اس میں کامیابی ہوئی۔

ایک مقدمہ گوڑ گانوں کے کسی مولوی نے آپ کے خلاف دائر کیا۔ یہ ایک ہزار روپیہ کا دعوے تھا جو آپ کے ایک اشتہار کی بنا پر تھا۔ جس میں آپ نے یہ لکھا تھا۔

کہ اگر کوئی عیسائی یہ ثابت کردے کہ یسوع کے نشانات آپ سے بڑھ کر ہیں تو ایک ہزار روپیہ انعام دونگا۔ عیسائی صاحبان کو تو جرأت نہ ہوئی۔ لیکن ایک مسلمان مولوی ہیونٹین کی اسلام کے خلاف امداد کی۔ اور ایک ہزار روپے کا دعوے کیا۔ جو بوجہ عدم ثبوت خارج ہو گیا۔ اور ایک مقدمہ ٹیکس کا آپ کو کرنا پڑا۔ یعنی آپ کے سلسلہ کی آمدنی پر ٹیکس لگا دیا گیا۔ لیکن عذر داری ہونے پر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا۔

غرض ان تمام مقدمات میں آپ کو نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور آپ کی پیشگوئیاں صریح طور پر پوری ہوئیں۔ اور انذاری نشانات ظاہر ہوئے جن کا اثر عام طور پر بہت عمدہ ہوا۔ اور لوگ ان نشانات کو دیکھ کر جوق در جوق آپ کے سلسلہ میں شامل ہونے شروع ہو گئے

# باب ہفتم

## دعوت الی الحق

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

پیشگوئیاں۔ قہری نشانات یا مقدمات میں مخالفوں پر فتوحات جن کی تفصیل گذشتہ باب میں دی جا چکی ہے۔ ایسی باتیں ہیں جن کو حضرت مسیح موعود کا اصل مشن سمجھ لیا جائے۔ یہ دراصل موئیدات ہیں جو ہر مامور کو کم و بیش میسر آتے ہیں۔ آپ کا اصل مشن کیا تھا۔ آپ کی اپنی تحریرات سے ظاہر ہے۔ کہ آپ کا اصل کام اعلائے کلمتہ اللہ یا دعوت الی الحق تھا۔ حدیث میں جو مسیح موعود کے دو ضروری کام بتائے گئے ہیں یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر یہ بھی دراصل

اس اصل کام کے دو نہایت ضروری پہلو ہیں۔ مسیح موعود کے وقت میں صلیبی فتنہ تمام فتنوں سے بڑھا ہوا ہے اور اپنے کمال کو پہنچ چکا ہے۔ ایسا ہی خنزیری صفات اس زمانہ میں نسل انسانی میں بہت سرایت کر گئی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کشفی آنکھ سے ان ہر دو فتن کو دوسرے فتنوں سے بڑھا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ مسیح موعود ان دو فتنوں کو دور کریگا اور فی الحقیقت آپ نے ایسا کیا۔ جس کی تشریح آگے آئے گی۔ یہاں ہم صرف اس قدر بتانا چاہتے ہیں۔ دعوت الی الحق یا اعلائے کلمتہ اللہ کے متعلق آپ نے کیا کام کیا۔

اس بارہ میں سب سے پہلے جان لینا ضروری ہے کہ آپ نے اس کام کو تین طرح پر سرانجام دیا ہے۔

(۱) مباحثات۔

(۲) اسلام کی خوبیوں کا تحریری و تقریری اظہار۔

(۳) حکام اور بادشاہوں کو خطوط کے ذریعہ سے دعوت الی الاسلام۔

(۴) ایک ایسی جماعت بنائی جو اس کام کو آپ کے بعد جاری رکھے ہوئے ہے۔

مباحثات میں ہم ان تمام مناظرات کا ذکر کریں گے۔ جو مسلمانوں اور غیر مسلموں ہر دو سے آپ کو پیش آئے۔ اگرچہ مسلمانوں سے جو مباحثات ہوئے وہ صرف آپ کے دعویٰ یا وفات مسیح سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کو بھی تبلیغ دین سے ایک بہت بڑا تعلق ہے۔ اس لئے ان کا ذکر اسی ضمن میں آنا چاہئے۔

سب سے پہلے مباحثہ آریہ سماج کے ساتھ ۱۸۸۶ء میں ہوا۔ جب کہ ابھی آپ نے مسیحیت

کا دعویٰ نہ کیا تھا۔ اس مباحثہ میں لالہ مرلی دھر آریہ سماجی ناظر تھے۔ اور مضمون بحث معجزہ شق القمر اور قدامت روح و مادہ اور نجات تھا۔ اس مباحثہ کی مفصل کیفیت آپ کی کتاب سرمہ چشم آریہ میں چھپی ہوئی ہے۔

دوسرا مباحثہ دعویٰ مسیحیت کے بعد ہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ بمقام لدھیانہ پیش آیا۔ اس مناظرہ میں جو ۲۰ر جولائی سے ۳۱ر جولائی ۱۸۹۱ء تک جاری رہا۔ مضمون بحث مسئلہ حیات و ممات مسیح تھا۔ لیکن مولوی محمد حسین نے تمام وقت ایک تمہیدی بحث میں جو بنیادی باتوں سے تعلق رکھتی تھی کھو دیا۔ یعنی حضرت مسیح موعود قرآن کو مقدم کرتے اور اس کے بعد حدیث کو حجت قرار دیتے تھے۔ لیکن مولوی محمد حسین حدیث کو مقدم کرنا ضروری سمجھتے تھے اس پر تمام وقت لگ گیا۔ اور مولوی صاحب باوجود بار بار کی یاددہانیوں کے کے اصل موضوع بحث کی طرف نہ آئے۔ تاہم اس سے یہ بہت بڑا فائدہ ہوا کہ قرآن اور حدیث کی حیثیت روز روشن کی طرح آشکارا ہو گئی۔ اور قرآن کی اصل عزت اور مرتبہ حضرت مسیح موعود نے قائم کر دکھایا۔ مفصل بحث ایک کتاب بنام "الحق بحث لدھیانہ" میں چھپی ہوئی ہے

تیسرا مناظرہ مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی سے بمقام دہلی ہوا۔ جو ۲۳ر اکتوبر سے ۱ار نومبر ۱۸۹۱ء تک جاری رہا۔ ان دنوں آپ دہلی گئے ہوئے تھے۔ اور وہاں متواتر کئی روز تک کوشش کرنے کے باوجود مولوی صاحبان رخ پر نہ آئے۔ یہاں تک کہ ۲۰ر اکتوبر ۱۸۹۱ء کو جامع مسجد دہلی میں ایک جلسہ بحث منعقد ہوا۔ جس میں مولوی سید نذیر حسین کو جو اہل حدیث کے شیخ الکل تھے لوگوں کے مجبور کرنے پر آنا پڑا۔ لیکن باوجود بار بار چیلنج دینے کے وہ مناظرہ پر

آمادہ نہ ہوئے ۔ حضرت مسیح موعود مسئلہ حیات و ممات مسیح پر بحث کرنا چاہتے تھے، اور مولوی نذیر حسین صاحب آپ کی طرف غلط الزامات مثلاً دعوٰی نبوت ۔ انکار ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ منسوب کرکے ان پر بحث کے لئے کہتے تھے ۔ جس کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے یہی کہا کہ میں ایسے اعتقادات نہیں رکھتا ۔ اس لئے ان پر مناظرہ کیسا ؟ آخر مولوی محمد بشیر صاحب بھوپال سے اس غرض سے آئے کہ آپ کے ساتھ مناظرہ کریں ۔ چنانچہ انہوں نے مسئلہ حیات و ممات مسیح تھا پر بحث کی ۔ "جو بحث دہلی" میں چھپی ہوئی ہے ۔

چوتھا مناظرہ شمس العلماء مولوی عبد الحکیم صاحب کلانوری کے ساتھ بمقام لاہور ہوا ۔ اس مناظرہ میں جو آخر جنوری اور شروع فروری ۱۸۹۲ء میں ہوا ۔ موضوع بحث وہ الزامات تھے جو آپ پر علماء کی طرف سے لگائے جاتے تھے ۔ اس کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ حضرت مسیح موعود نے ایک تحریر لکھ کر دی ۔ کہ جہاں جہاں آپ کی کتابوں میں نبی کا لفظ آیا ہے وہ لغوی معنوں میں ہے ۔ ورنہ آپ کو حقیقی معنوں میں دعوٰی نبوت نہیں ختم نبوت آپ کا ایمان ہے ۔ اور اگر لفظ نبی مسلمانوں کو شاق گذرتا ہے تو اس کو آپ کی تحریروں سے کٹا ہوا سمجھ کر اس کی جگہ لفظ محدث سمجھ لیں ۔ یہ تحریر آپ نے ۳ فروری ۱۸۹۲ء کو لکھ کر دی ۔ اور اسی پر بحث کا خاتمہ ہوگیا ۔ جس کا اعلان چند مقتدر رئیسان لاہور نے اپنے دستخطوں سے کیا ۔

پانچواں مناظرہ ڈپٹی عبد اللہ آتھم سے بمقام امرتسر ہوا ۔ جو ۲۲ مئی سے شروع ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء کو ختم ہوا ۔ موضوع بحث مسئلہ الوہیت مسیح تھا ۔ مفصل بحث ایک کتاب بنام جنگ مقدس میں چھپی ہوئی ہے ۔ اسکا تذکرہ اس سے پہلے بھی مختصراً ہو چکا ہے ۔

یہ تو وہ مباحثات ہیں جو آپ کو مختلف لوگوں سے پیش آئے اور اُن میں آپ نے نہ صرف وفات مسیح کو جو کہ صلیب کے کام کا ایک ضروری شعبہ ہے۔ ثابت کیا۔ بلکہ آریوں اور عیسائیوں کے بالمقابل ان کے معتقدات کی تردید کرتے ہوئے اسلامی اصولوں کی صداقت کو بھی واضح کیا۔ جو بہت سے نیک اثرات کا موجب ہوا۔

مباحثات کے علاوہ متعدد موقعوں پر آپ نے تحریراً و تقریراً اسلام کی صداقت دلائل بینہ کے ساتھ ثابت کی۔ اس ضمن میں براہین احمدیہ کا نام سب سے پہلے آنا چاہئیے لیکن اس کا مفصل ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے۔ براہین کے علاوہ بھی آپ نے بہت سی کتب آریہ سماج اور عیسائیت کی تردید اور اسلام کی حقیقت کے ثبوت میں لکھیں۔ اور مسلمان مولویوں پر ایسا اتمام حجت کیا۔ کہ ان کی آج تک آپ کے براہین قاطعہ کو توڑنے کا یارا نہیں۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر عظیم الشان موقعہ اعلائے کلمتہ اللہ کا وہ ہے جو جلسہ اعظم مذاہب دھرم مہاتسو لاہور میں آپ کو پیش آیا۔ آپ کی مدت سے یہ خواہش تھی۔ کہ مباحثات میں اگر دوسرے مذاہب کی عیب شماری کے بجائے صرف اپنے اپنے مذاہب کی خوبیاں ہی بیان کی جایا کریں۔ تو وہ بہت زیادہ فائدہ مند ہو۔ اس کے لئے آپ نے کئی دفعہ تجاویز پیش کیں۔ گورنمنٹ کو بھی ایک میموریل بھیجا۔ کہ ایسا قانون بنا دیا جائے لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہ کی۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر آپ نے ایک مذہبی کانفرنس کی بھی تجویز کی۔ جس میں تمام مذاہب کے حامی اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ اور دوسروں پر حملہ نہ کریں۔ اگرچہ یہ تجویز اس وقت منظور نہ ہوئی لیکن اس

کی اشاعت کے بعد ہی یہ خیال اس طرح پورا ہو گیا کہ دسمبر ۱۸۹۶ء کو لاہور میں اسی طرز کا جلسہ منعقد ہوا۔ جس سے مختلف مذاہب کے پیرؤں کے لئے۔ ذیل کے پانچ سوال تجویز کئے گئے تھے:۔

۱۔ انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں

۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبی

۳۔ دنیا میں انسان کی اصلی غرض کیا ہے۔

۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

۵۔ علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔؟

اتفاق کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ انہی دنوں میں بیمار ہو گئے۔ لیکن آپ نے حالت بیماری میں ہی ان پانچ سوالوں کے جواب میں ایک نہایت زبردست مضمون لکھا۔ جس میں اسلامی اصولوں کا فلسفہ نہایت دل نشین پیرایہ میں بیان کیا گیا۔ اس مضمون کے متعلق آپ کو الہاماً یہ معلوم ہوا۔ کہ وہ سب مضمونوں پر غالب رہیگا۔ چنانچہ آپ نے قبل از انعقاد جلسہ اس کا اعلان بذریعہ اشتہار کر دیا۔ جو بہت سے شہروں میں چلا گیا۔ آپ خود تو بوجہ بیماری اس جلسہ میں شامل نہیں ہوئے لیکن آپ کی طرف سے مولٰنا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مرحوم نے اس مضمون کو پڑھا حضرت مسیح موعود کا لکھا ہوا مضمون اور مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اس کو پڑھنے والے۔ ایک جادو تھا۔ جو حاضرین پر چل رہا تھا۔ جلسہ گاہ میں تل دھرنے

کو جگہ نہ تھی . . . ایک سناٹے کا عالم تھا۔ اور دیکھنے والوں کا بیان ہے
کہ اس سے بڑھ کر پُر اثر اور مدلل مضمون اور کوئی نہیں سُنا گیا۔ چنانچہ اس کا
اعتراف مقامی دلیسی اخبارات کے علاوہ سول اینڈ ملٹری گزٹ نے بھی کیا۔ اور
صاف لکھا کہ آپ کا مضمون سب مضمونوں پر غالب رہا۔ آپ کا یہ لیکچر ایک کتاب
بنام اسلامی اصول کی فلاسفی میں چھپا ہوا ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے ۱۹۰۴ء میں لاہور میں اسلام اور دیگر مذاہب
پر لیکچر دیا۔ اس لیکچر میں دس ہزار کا مجمع تھا۔ اور لوگوں نے باوجود شدید مخالفت
کے نہایت دلچسپی سے اس لیکچر کو سُنا۔

علاوہ ازیں آپ نے بہت سی بے نظیر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اور اپنے
مخالفوں کو ان کی نظیر لانے کی دعوت دی۔ مثلاً اعجاز احمدی۔ اعجاز المسیح۔ اور
سر الخلافت۔ مواہب الرحمٰن وغیرہ یہ کتابیں عربی زبان میں ہیں۔ اور باوجود
اس تحدی کے جو آپ نے ایک عجمی ہو کر عربی کی فصاحت کے متعلق کی۔ آج تک
کوئی مخالف اُن کی نظیر نہیں لا سکا۔ اس ضمن میں خطبہ الہامیہ کا ذکر بے جا
نہ ہوگا۔ جو ۱۱ر اپریل ۱۹۰۰ء کو بتقریب عید الاضحےٰ قادیاں کی مسجد اقصےٰ
میں آپ نے دیا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں تھا۔ اور سب زبانی۔ اس خطبہ
کے بعض سُننے والوں کا بیان ہے۔ کہ جب آپ نے خطبہ شروع کیا۔ اور
مقفّٰی فقرات زبان سے فرمائے تو ہم نے خیال کیا کہ اس کا آخر تک نبھنا

مشکل ہے۔ لیکن آپ برابر دیر تک بیان کرتے چلے گئے۔ آپ کا اپنا بیان ہے کہ آپ کے سامنے ایک ایک فقرہ لکھا ہؤا آجاتا تھا۔ اور آپ اُسے پڑھتے جاتے تھے۔ جب یہ لکھا ہؤا آنا بند ہوگیا۔ تو آپ بھی خاموش ہوگئے۔

تیسری بات جو دعوت الی الحق کے مضمون میں بیان کے قابل ہے۔ یہ ہے کہ آپ نے ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کو ایک تبلیغی خط لکھا۔ جو ۱۸۹۷ء میں ملکہ معظمہ کی جوبلی کے موقعہ پر تحفہ قیصریہ کے نام سے چھپا اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد بذریعہ ستارہ قیصرہ انگریزی زبان میں ترجمہ کرکے بھیجا گیا۔

ایسا ہی ایک خط آپ نے ۱۸۹۶ء یا ۱۳۱۳ھ میں امیر عبدالرحمٰن والئے کابل کو لکھا۔ اور اسے دعوت دی کہ وہ آپ کو قبول کرے۔ اس خط میں آپ نے سلطنت انگلشیہ کی خاص طور پر تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس کے عہد میں ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہے۔ نہایت آرام سے تبلیغ اسلام کی جا سکتی ہے۔ اس سے آپ کا مدعا ان جابرانہ کارروائیوں کی طرف امیر عبدالرحمٰن کو متوجہ کرنا تھا۔ جو سلطنت افغانستان میں روا رکھی جاتی ہیں۔ اور خود ان کے حکم سے آپ کے ایک مرید مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو محض ان کے معتقدات کی بنا پر گولی کا نشان بنایا گیا۔ گویا اصل خط میں آپ نے امیر عبدالرحمٰن کو اس اصل اسلامی اصول کی طرف دعوت دی۔ جو لا اکراہ فی الدین کے

الفاظ میں قرآن نے قائم کیا ہے۔

یہ تمام واقعات آپ کے سلسلہ کی ترقی کا موجب ہوئے۔ اگرچہ مخالفین نے اس کو مٹانے میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا نہ رکھا۔ یہاں تک کہ قابل میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے علاوہ ۱۹۰۳ء میں مولوی سید عبداللطیف صاحب کو امیر حبیب اللہ خاں کے حکم سے سنگسار کیا گیا ہے۔ تاہم یہ[1] ہر دو خون سرزمین افغانستان میں خونی اشتہار بن گئے۔ اور وہاں بہت سے لوگ آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ کئی ایک ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ خود ہندوستان میں کثیر التعداد اشخاص نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری سے پہلے ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کو آپ نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں اپنی جماعت کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ رکھا۔ اور مردم شماری میں یہی لکھوانے کا حکم دیا۔ لیکن کچھ تو اس وجہ سے کہ سب مریدین میں یہ اشتہار پورے طور پر شائع نہ ہو سکا۔ اور کچھ مردم شماری کرنے والوں نے بغض و تعصّب اور غلطی کے سبب سے پنجاب میں جہاں آپ کے مریدین کی بہت زیادہ تعداد تھی۔ صرف ۱۱۱۳۔ احمدی شمار ہوئے۔ اور احاطہ بمبئی میں ۱۱۰۸۷۔

بہرحال آپ کے اعجازی کارناموں اور آپ کے ساتھ تائیدات الٰہی کو دیکھ کر لاکھوں لوگ آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ جن میں

[1] حال ہی میں کابل میں آپ کے ایک مرید مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کو ۱۹۲۴ء

علماء گریجویٹ۔ وکلا۔ ڈاکٹر۔ تاجر۔ پیشہ ور مزدور۔ دہقان۔ غرض ادنےٰ سے لے کر اعلےٰ تک ہر قسم کے انسان شامل ہیں۔ حضرت مولنا مولوی نور الدین صاحب مرحوم۔ مولنا مولوی فضل الدین صاحب مرحوم۔ حضرت مولوی سید محمد حسن صاحب۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم۔ مولنا مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی مرحوم۔ ان جیّد علماء میں سے ہیں۔ جن کو آپ کی رفاقت اور بیعت پر فخر تھا۔ اور ان چاروں بزرگوں نے آپ کی نصرت و تائید میں کئی ایک عالمانہ تصانیف کیں۔ اور لیکچروں میں اپنے ایمانی جوش کا ثبوت دیا۔ حضرت مولنا مولوی نور الدین صاحب اور مولنا مولوی فضل الدین صاحب بھیروی نے آپ کی اموال سے بھی تائید کی۔ اور بہت سا روپیہ آپ کے قدموں پر نثار کیا۔ حضرت مولنا نور الدین صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ خاص عزت و قعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ان کی فدائیت اور مالی قربانیوں کا درجہ تمام جماعت پر فائق تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جابجا ان کی تعریف کی ہے اور یہ شعر بھی لکھا ہے ؎

---

بقیہ صفحہ نمبر ۴۴۔ کو سنگسار کر کے اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے۔ کہ امیر امان اللہ خاں کا عہد بھی اس قسم کی وحشت و بربریت اور مذہبی تنگدلی سے پاک نہیں۔ ؎۵ یہ محض جماعت کا ایک امتیازی نام ہے۔ اور آپ کی اپنی تصریح کے مطابق احمدیہ کا لفظ آنحضرت صلعم کے جمالی نام احمد کی بنا پر اختیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ مسیح موعودؑ آپ کی صفت جمالی کا مظہر ہے +

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمّت نور دین بودے

تو تعلیم یافتہ اصحاب میں سے مولٰنا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی
خواجہ کمال الدین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی۔ مولوی شیر علی صاحب بی اے۔ ڈاکٹر
میرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے اسماء گرامی بالخصوص قابل
تذکرہ ہیں۔ اِن اصحاب نے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں آپ کا ساتھ دے کر اپنے علم
وفضل اور مال اور اوقات کی قربانیوں سے اپنے اخلاص کا ثبوت دیا۔ بالخصوص اول الذکر
دو اصحاب نے وہ کام کیا ہے۔ جس کی نظیر تمام سلسلہ میں بلکہ موجودہ مسلمانوں میں ملنی مشکل
ہے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں مولٰنا مولوی محمد علی صاحب کے زیر ادارت ریویو آف ریلیجنز (ایک
انگریزی و اردو رسالہ) جاری ہوا۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے کئی ایک ضروری مضامین
شائع ہوئے۔ اور خود حضرت مولٰنا نے غلامی۔ تعدادِ ازدواج۔ پردہ۔ طلاق۔ سود اور
دیگر مہتم بالشان مسائل پر محققانہ بحث کی۔ اور یورپین عیسائیوں کے اعتراضات کا قلع قمع
کیا۔ جس کا اعتراف مخالفین کو بھی کرنا پڑا۔ چنانچہ اخبار وطن نے یہ درخواست کی
کہ ریویو آف ریلیجنز کے مضامین سے اگر حضرت مسیح موعود کا ذکر خارج کر دیا جائے تو
انہیں وطن کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسکو حضرت مسیح موعود نے
پسند نہ فرمایا۔ اِس رسالہ کے ذریعہ بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کی بنا پڑ گئی۔ اور بہت
سے انگریزوں کے شکوک اور اعتراضات جو وہ اسلام پر رکھتے تھے۔ دُور ہو گئے۔
ایسا ہی خواجہ کمال الدین صاحب نے آپ کی وفات کے انگلستان میں تبلیغ اسلام

کا کام باقاعدہ طور پر شروع کیا۔ جو آجتک ووکنگ مسلم مشن کے نام سے جاری ہے۔
دیگر اصحاب نے بھی مالی قربانیوں اور مخلصانہ خدمات سے اسلام کی بہت بڑی امداد کی۔
تاجروں میں سے حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم و مغفور۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب
مدراس۔ اور سیٹھ اسمعیل آدم صاحب بمبئی آپ کے خاص الخاص معاونین اور مخلصین کا
مرتبہ رکھتے تھے۔

اسی طرح سے مختلف طبقات کے لوگ جن سب کے نام لینے مشکل ہیں۔ آپ کی
بیعت میں داخل ہوئے۔ اور انہوں نے آپکے ساتھ اپنی سچی محبت اور اخلاص کا ثبوت
دیا۔ جس کا اعتراف آپ نے اپنی تصنیفات میں کئی ایک موقعوں پر کیا ہے۔ آپ کی
نصرت و اعانت میں دو اخبار قادیان سے جاری ہوئے۔ ایک کا نام اخبار "الحکم"
ہے۔ اور دوسرے کا "بدر"۔ اول الذکر پہلے امرتسر سے ۱۸۹۷ء میں جاری ہوا
تھا۔ اسکے بعد قادیان میں چلا گیا۔ اِسکے ایڈیٹر اور مالک شیخ یعقوب علی صاحب تراب
ہیں اور دوسرا جو پہلے یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو اخبار القادیان کے نام سے بابو محمد افضل صاحب
کی زیر ادارت جاری ہوا تھا۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو "البدر" بن گیا۔ بابو محمد افضل
صاحب کے فوت ہونے کے بعد مفتی محمد صادق صاحب اسکے ایڈیٹر ہوئے۔ اِس اخبار
کے پروپرائیٹر میاں معراج الدین صاحب عمر لاہوری تھے۔ ۱۹۱۳ء میں یہ اخبار
قانون مطابع کی زد میں آکر بند ہو گیا۔

غرض ان تمام باتوں سے آپکے سلسلہ کو بہت بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ اور اللہ تعالےٰ

نے آپ کو عظیم الشان فتوحات عطا فرمائیں - اور ایک بہت بڑی جماعت نہ صرف ہندوستان میں بلکہ افغانستان - افریقہ - عرب - ایران - آسٹریلیا - امریکہ - سٹریٹ سلٹمنٹ وغیرہ ممالک میں آپ کے ساتھ ہو گئی +

# باب نہم

## وصیت روز وفات

جب یہ حالت پیدا ہو گئی - اور ایک ایسی جماعت کھڑی ہو گئی - جو آپ کے بعد ان مقاصد عالیہ کو تکمیل تک پہنچا سکتی ہے - جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے اس پاک انسان کو بھیجا تھا - تو پھر آپ کو اپنے رب کے ہاں سے بلاوے آنے لگے - اور بار بار اِس قسم کے الہام شروع ہوئے - جن میں آپ کو وصال کے دن قریب ہونے کی خبر دی گئی شنہ ۱۹ء میں وفات کے متعلق پے درپے الہامات ہوئے - مثلاً اردو زبان میں ایک یہ بھی الہام ہوا "بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں - اس دن سب پر اُداسی چھا جائیگی" اِس قسم کے متواتر الہامات ہونے پر آپ نے ۲۰ دسمبر شنہ ۱۹ء کو "الوصیت" کے نام سے ایک رسالہ لکھا - جس میں انہی الہامات کا تذکرہ کرتے ہوئے جماعت کو ایسے عظیم الشان حادثہ کے برداشت کرنے کے لیے پیشتر سے تسلی اور تشفی دی اور بتایا کہ ایسے واقعات میں بعض وقت لوگ گھبرا جاتے ہیں - اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام کام اب

درہم برہم ہوگیا۔ لیکن خدا تعالیٰ اپنا نصرت کا ہاتھ بڑھاتا اور اپنے سلسلہ کو تباہی سے بچا لیتا ہے۔ ایسا ہی "الوصیت" میں آپ نے اپنے بعد سلسلہ کے انتظام کے لئے ایک انجمن بنائی۔ اور اُسے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی "جانشین" قرار دیا۔ اور ضروری ٹھہرایا۔ کہ تمام مالی انتظامات اُسکے ہاتھ میں ہوں۔ اور وہ کثرت رائے سے ضروری امور کو سرانجام دے۔ ایسا ہی سلسلہ میں لوگوں کو داخل کرنے کے لئے آپنے یہ تجویز کی کہ

"جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اسبات کے لائق ہے۔ کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے۔ وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا"

اسی "الوصیت" میں آپ نے قادیان میں اپنی ملکیتی زمین کا ایک حصہ۔ جو قریباً ایک ہزار روپیہ قیمت کا تھا۔ ایک خاص قبرستان کے لئے وقف کردیا۔ اور اس کے لئے یہ دعا کی کہ :-

"خدا اس میں برکت دے۔ اور اسکو بہشتی مقبرہ بنادے۔ اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو۔ جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرلیا۔ اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہوگئے۔ اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا"۔ (رسالہ الوصیت صفحہ ۱۵)

ایسی ہی دعائیں آپ نے تین دفعہ کی ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بشارت بھی سنائی ہے کہ نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا

کل رحمۃ یعنے ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے"

اور کیوں نہ ہو - جبکہ آپ نے اس "الوصیت" میں وہاں دفن ہونے کے لئے جو شرائط مقرر کی ہیں - اُن میں سے یہ بھی ایک شرط ہے کہ :-

" اس قبرستان میں دفن ہونیوالا متقی ہو - اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو - اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو - سچا اور صاف ایمان ہو "

اور اسکے ساتھ یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ ہر شخص جو وہاں دفن ہونا چاہیئے (سوائے ان کے جو دیندار اور صالح ہیں - لیکن کوئی جائیداد نہیں رکھتے) اپنے مال اور جائیداد کا دسواں حصہ وصیت کرے - جو اُس کے مرنے کے بعد سلسلہ کے دینی کاموں پر صرف ہو - ظاہر ہے کہ جہاں ایسے متقی - باایمان - نیک اور مخلص انسان اور خادم دین دفن ہونگے - جہاں ان بہشتیوں کی ہی قبریں بنینگی - اس جگہ کا نام بہشتی مقبرہ رکھا جانا کوئی خلاف اسلام اور ناجائز امر نہیں - لیکن مخالفوں نے اس پر ہنسی اُڑائی - اور یہ مشہور کیا کہ میرزا صاحب نے بہشتی مقبرہ بنایا ہے کہ جو وہاں دفن ہو گا بہشتی ہو جائیگا حالانکہ آپ کے الفاظ اسکی صریح تردید کرتے ہیں - اور ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے - کہ آپکا حقیقی منشا یہ ہے - کہ مخلص - نیک اور صادق الایمان جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہشت کے وارث ہو چکے ہیں اُن کی قبریں وہاں ہوں - اور اس لحاظ سے اسکا نام بہشتی مقبرہ رکھا ہے - اس کے علاوہ اس الوصیت میں جماعت کو اصل مقصد اور کام بھی بتایا ہے جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے فرماتے ہیں :-

خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ اِن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں
کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کیطرف
کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس
کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو"

اِسطرح جماعت کو وصیت کرنے اور اپنا حقیقی کام اُن کے سپرد کرنے کے بعد آپ قریباً
اڑھائی سال تک اُس کے نگران حال رہے۔ اور اس عرصہ میں اس انجمن کا جو آپ نے انتظامی
امور کے لئے بنائی تھی۔ وجود مستحکم ہو گیا۔ اپریل کو آپ بمع عیال قادیان سے لاہور تشریف
لائے۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے مکانات واقعہ احمدیہ
بلڈنگس میں فروکش ہوئے۔ بہت سی علمی اور دینی جمعیتیں اِن چند ایام میں منعقد ہوئیں
جو دراصل آپ کی زندگی کے آخری ایام تھے۔ لاہور کے بعض چیدہ عمائد اور رؤسا کو ایک
دعوت دی گئی جس میں آپ نے خود تقریر فرمائی۔ ہندوؤں کے لئے آپ نے ایک
"پیغام صلح" اِن ہی ایام میں لکھا۔ جو بعد میں بہت بڑے عظیم الشان جلسہ کے اندر
برادران ہنود کو سُنایا گیا۔ اِن ہی ایام میں آپ کو پھر پے در پے ایسے الہامات ہوئے
جو آپ کے قربِ وصال کی خبر پر مشتمل تھے۔ مثلاً ایک الہام یہ ہوا:۔

مباش ایمن از بازیٔ روزگار      مکن تکیہ بر عمرِ ناپائیدار

پھر یہ بھی الہام ہوا "الرحیل ثم الرحیل" (یعنے کوچ پھر کوچ) چنانچہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء
کو وہ وقت آخر کار آپہنچا۔ جس کی خبر اِن الہامات میں بار بار دی جا رہی تھی۔ آپ کو

اِسہال کا مرض مدت سے تھا[1]۔ اسی مرض کا دورہ اُسدن ہوا۔ اور اِسقدر شدت سے ہوا کہ آپ اپنے پیارے مولےٰ کریم سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا ایک الہام تھا۔ ہم مکہ میں مرینگے یا مدینہ میں۔ ظاہر ہے کہ مکہ تمثیلی طور پر وہی جگہ ہوگی جہاں آپ کی ولادت ہوئی۔ اور مدینہ وہ جگہ جہاں آپ نے وفات پائی۔ اِسطرح سے لاہور الہام الٰہی کے رو سے مدینۃ المسیح ٹھیرا۔ جونہی آپ کی وفات کی خبر لاہور میں مشہور ہوئی مخالفین کے گروہ در گروہ چاروں طرف سے امنڈ کر آ گئے۔ اور گالی گلوچ تمسخر و استہزاء سے اِن چند اصحاب کو تنگ کرنے کی کوشش کی۔ جو اُسوقت خدا کے مسیح کے جسم مُبارک کے پاس موجود تھے۔ اُسی دن لاہور سے آپ کا جنازہ بذریعہ ٹرین بٹالہ اور وہاں سے قادیان پہنچایا گیا۔ اور وہیں مقبرہ بہشتی میں آپ کو دفن کیا گیا۔

آپ کو اپنی عمر کے متعلق یہ الہام ہو چکا ہوا تھا کہ "ثمانین حولا او قریبا من ذٰلك" یعنے اسی سال یا اسکے قریب یعنے پانچ سال نیچے یا پانچ سال اوپر۔ چنانچہ قمری حساب سے آپ کی عمر ۷۴ یا ۷۵ سال ہوئی۔

مخالفین میں سے مولوی ثناء اللہ امرتسری اور ڈاکٹر عبد الحکیم خان پٹیالوی نے آپکی وفات کو آپ کے دعویٰ کے ابطال کی دلیل قرار دیا۔ اول الذکر نے ایک اشتہار کا حوالہ دیا کہ اِس میں ۱۹۰۷ء میں آپ نے ثناء اللہ کو ایک طریق فیصلہ کیطرف بلایا تھا۔ جس میں

[1] ایک حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود پر دو زرد چادریں ہونگی۔ اور کشف یا رؤیا میں زرد چادر سے مُراد بیماری ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کو مرض اسہال اور دردِ سر کے دائمی امراض لاحق تھے۔

یہ دعا فرمائی تھی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجائے - لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ ثناءاللہ اس پر جو چاہے لکھدے یہ کوئی مباہلہ نہ تھا - بلکہ ثناءاللہ کو خود اپنے لئے ایسی دعا کرنے کی دعوت دی - جس کو اُس نے قبول نہیں کیا - اور صاف لکھا کہ یہ کوئی معیار نہیں ہو سکتا ہے کہ صادق کاذب کی زندگی میں مرجائے - اور کاذب کو مُہلت دی جائے" پس جب خود ثناءاللہ نے اسکو معیار فیصلہ قرار نہ دیا - تو اب اُسکو معیار صداقت کے طور پر پیش کرنا ایک لا یعنی بات ہے ایسا ہی ڈاکٹر عبدالحکیم نے یہ کہا - کہ میری پیشگوئی کے مطابق میرزا صاحب فوت ہوئے حالانکہ اُس نے ایک پیشگوئی کو جس میں تین سال کے اندر آپ کی وفات کا ذکر تھا - منسوخ کرکے دوسری شائع کردی تھی - کہ ۴ اگست کو حضرت میرزا صاحب فوت ہونگے - جو بالآخر غلط ثابت ہوئی - اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کی وفات خود پیشگوئی کرنے والے کے کذب صریح پر مہر کر گئی - فالحمد للہ علیٰ ذالک -

# باب دہم

## خصائل و اخلاق

حضرت مسیح موعود کے خصائل و اخلاق کا ذکر گذشتہ صفحات میں بالاجمال ہو چکا ہے -

یہاں ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی سیرت و سویرت پر خاص طور پر تبصرہ کیا جائے - حضرت مولنا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مرحوم نے آپ کے اخلاق اور سیرت پر ایک مبسوط مضمون

آپ کی زندگی میں لکھا تھا۔ جو بعد میں کتابی صورت میں بھی چھپ گیا۔ حضرت مولانا کی طبیعت جیسی دقیقہ رس اور بات کی تہ تک پہنچنے والی واقع ہوئی تھی۔ اسی نظر سے آپ نے مسیح موعود کے قرب وجوار میں رہ کر آپ کی اندرونی زندگی اور آپ کے اخلاق و عادات کو مطالعہ کیا۔ اور ان کے دل نے یہ شہادت دی کہ:۔

"ایسی تصویر بجز منجانب اللہ انسان کے اور کس کی ہو سکتی ہے"

حضرت مسیح موعود کی طبیعت میں نرمی و رفق پرلے درجہ کا تھا۔ بڑے جرم اور گناہ پر بھی آپکی طبیعت میں غصہ اور جوش پیدا نہ ہوتا۔ اور عموماً چشم پوشی و معافی کو آپ کام میں لاتے بچوں بڑوں اور عورتوں کے ساتھ آپ کا یکساں سلوک تھا۔ بچوں کو مارنا آپ سخت بُرا سمجھتے تھے۔ ایک شخص کے متعلق آپ نے سن لیا کہ اُس نے بچہ کو عادتاً مارا ہے۔ اُن کو بلا کر سخت تنبیہ کی۔ اور ایک دردانگیز تقریر فرمائی۔ اور میرے نزدیک بچوں کو مارنا شرک میں داخل کرتا ہے۔ بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے آپ کے اپنے صاحبزادگان میں سے میاں محمود احمد صاحب جب ابھی بچے ہی تھے۔ تو ایک دفعہ آدھی رات کو رونے لگے۔ حضرت صاحب انہیں اُٹھا کر دیر تک بہلاتے رہے۔ بعض وقت آپ نہایت اہم تصنیفات میں مصروف ہوتے تو میاں صاحب بچوں کے ساتھ کھیلتے آپ کا دروازہ کھٹکھٹاتے۔ آپ فوراً دروازہ کھول دیتے۔ اور وہ اندر جا کر پھر باہر آ جاتے حضرت پھر دروازہ بند کر لیتے۔ وہ پھر آتے۔ اور اسی طرح سے بار بار دروازہ کھولنا اور بند کرنا پڑتا۔ لیکن ایک دفعہ بھی آپ سے درشتی کا اظہار نہ ہوتا۔ ایک دفعہ ایک کتاب لکھ رہے تھے۔

جو مسودہ آپ نے لکھ کر رکھا تھا۔ میاں صاحب ممدوح نے بچّوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے اُسکو آگ لگا دی۔ آپ اگلا مضمون لکھنے میں ایسے مستغرق رہے۔ کہ آگ مسودات کو جلا کر بجھ بھی گئی اور آپ کو پتہ تک نہ لگا۔ آخر جب عبارت کا ربط ملانے کے لئے پہلے مسودہ کی ضرورت پڑی۔ اور وہ نہ ملا۔ تو تفتیش و تحقیق کرنے پر بچّوں سے معلوم ہوا کہ وہ میاں نے جلا دیا تھا۔ آپ نے ذرا بھی ترشروئی کا اظہار نہ کیا۔ اور صرف یہی کہدیا کہ خدا تعالیٰ اس سے بہتر لکھوانا چاہتا ہے۔ ایسا ہی ایکدفعہ حضرت مولٰنا نورالدین صاحب کو ایک نہایت اہم مضمون عربی زبان میں لکھ کر دیا۔ اِن سے کہیں گر گیا۔ بعد میں جب مطالبہ ہوا۔ تو حضرت مولٰنا بہت شرمندہ ہوئے اور اس مضمون کی تلاش شروع کی۔ حضرت صاحب کو جب اس کا علم ہوا تو بخندہ پیشانی باہر آئے اور خود معذرت خواہ ہوئے۔ کہ آپ کو یعنے حضرت مولٰنا کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اِس قدر تگ و دو کی ضرورت نہ تھی۔ خدا تعالےٰ اس سے بہتر ہم سے لکھوانا چاہتا ہے۔

مصنف لوگ عموماً تنہائی پسند ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کے پاس بچوّں کی چیخ پکار اور شور و غل رہتا۔ اور آپ بڑے اطمینان سے تصنیف میں مستغرق رہتے۔ بعض وقت گاؤں کی عورتیں۔ آپ سے دوائی لینے آتیں۔ اور آپ تصنیف کا کام چھوڑ کر انہیں اُٹھ کر دوائی دیتے۔ وہ بیٹھی ہوئی دیر تک باتیں کرتی رہتیں۔ اور آپ قطعاً اُنہیں نہ روکتے۔ اور جب تک وہ چلی نہ جاتیں اُن کی باتیں سُنتے۔

ایکدفعہ آپ کے گھر میں کسی خادمہ نے کچھ چاول چرائے۔ اور وہ پکڑی گئی۔ اس

لعن وطعن ہونے لگی۔ آپ نے جب سُنا تو اس سے منع کیا۔ اور فرمایا کچھ اور چاول دیدو۔
بیچاری محتاج ہو گی۔ پردہ پوشی کرو کہ ستاری خدا کی صفت ہے۔ کسی نے آپ سے عرض
کیا۔ فلاں شخص جو تنور میں روٹیاں لگاتا ہے۔ آٹا چرالیتا ہے۔ فرمایا کیا اُسے یہ سزا کافی نہیں
کہ ایک روٹی کے لئے تین دفعہ دوزخ میں جاتا ہے۔ گھر میں عورتوں کے ساتھ جس حسن معاشرت
کا برتاؤ آپ کرتے تھے۔ اُس کی موجودہ زمانہ میں نظیر ملنی مشکل ہے۔ کبھی کسی بات پر رنج
نہیں۔ اگر کھانا وقت پر نہیں ملا۔ یا طبیعت کے موافق نہیں۔ تو اس کی پرواہ نہیں۔ اس بارہ
میں ایک واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ امرتسر میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ مباحثہ
کے دنوں میں آپ سردرد کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔ مشتاقان زیارت میں سے ایک صاحب عبدالحق
لاہوری پنشنر نے عرض کی۔ کہ آپ کو دماغی کام بہت کرنا پڑتا ہے۔ آپ کے لئے مقوی غذا
ہر روز لازماً تیار رہنی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا ہاں درست ہے۔ اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی
ہے۔ مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں ایسی مصروف ہوتی ہیں کہ ان باتوں کی چنداں
پرواہ نہیں کرتیں“ اس پر عبدالحق صاحب نے کہا۔ کہ اجی حضرت آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں
کہتے۔ اور رعب پیدا نہیں کرتے میرا حال یہ ہے کہ میں کھانے کے لئے خاص اہتمام کیا کرتا
ہوں۔ اور ممکن ہے کہ میرا حکم کبھی ٹل جائے۔ اور میرے کھانے کے اہتمام میں سر مو
تفاوت پڑ جائے۔ ورنہ ہم دوسری طرح خبر لے لیں“ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے
ہیں۔ اس تقریر کو سُن کر مجھے خوشی ہوئی۔ اور میں نے بھی عبدالحق صاحب کی تائید کی۔
اس پر حضرت نے میری طرف دیکھا۔ اور تبسم سے فرمایا ”ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق

سے پرہیز کرنا چاہیئے" پھر ایک طویل تقریر معاشرت لنسواں پر فرمائی - اور آخر میں فرمایا "میرا یہ حال ہے - کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا - اور مَیں محسوس کرتا تھا - کہ وہ بانگ بلند دِل کے رنج سے ملی ہوئی ہے - اور باین ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا - اسکے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا - اور بڑے خشوع و خضوع سے نفلیں پڑھیں - اور صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے" کیا اِس قسم کا نمونہ کسی بڑے سے بڑے مولوی یا پیر کے اندر مِل سکتا ہے - کیا یہ امر واقعہ نہیں - کہ ہمارے گھروں میں اور بڑے بڑے واعظان اسلام کے گھروں میں آج عورت کی حیثیت ایک خادمہ سے بڑھکر نہیں - حالانکہ اسلام نے مَرد اور عورت کو ایک درجہ پر رکھا ہے - ولھن مثل الذی علیھن عورتوں کے بھی مَردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مَردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں -

حضرت مسیح موعود عوام مسلمانوں کیطرح اپنی بیوی کے ساتھ چلنا معیوب نہ سمجھتے تھے - آج یہ حال ہے کہ عورت کے ساتھ چلنا ایک بڑا معیوب امر سمجھا جاتا ہے - اور عموماً بانوکر کے ساتھ اسے چلنا پڑتا ہے نوکر نہ ہو تو خاوند بہت آگے یا بہت پیچھے پیچھے چلتا ہے - تاکہ یہ معلوم نہ ہو کہ عورت کے ساتھ جا رہا ہے - لیکن حضرت مسیح موعود کو اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ کہیں باہر جانا پڑتا تو آپ اُن کے ساتھ ساتھ ہوتے - ایک دفعہ آپ اپنے دوستوں اور عیال سمیت کہیں باہر تشریف لیگئے - کسی سٹیشن پر گاڑی کی انتظار میں ٹھیرانا پڑا آپ بیوی صاحبہ کا جو برقعہ میں تھیں ہاتھ پکڑے ہوئے ٹہلتے تھے - مولوی

عبدالکریم کو یہ بات بُری معلوم ہوئی۔ مولٰنا مولوی نورالدین صاحب سے کہا کہ حضرت کو اس سے منع کرنا چاہیئے۔ انہوں نے اس قسم کی جرأت کرنا پسند نہ کیا۔ اور مولٰنا عبدالکریم صاحب سے ہی کہا۔ کہ آپ کہیں۔ چنانچہ انہوں نے جاکر حضرت سے عرض کیا۔ کہ بیوی صاحبہ کو ایک طرف بٹھا دیا جائے۔ حضرت کو یہ بات ناگوار گذری اور فرمانے لگے۔ جاؤ جی تم اپنا ایسا پردہ اپنے پاس رکھو۔ ہم ایسی باتوں کے قائل نہیں۔

آپ کی طبیعت میں سادگی بھی حد درجہ کی تھی۔ مجلس میں آپ کے لئے کوئی خاص نشست یا مسند نہ ہوتی تھی۔ بلکہ بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا تھا۔ کہ کسی کمرہ میں اگر بیٹھے ہیں۔ اور وہاں چارپائی بھی بچھی ہوئی ہے۔ تو جگہ نہ ہونے کے باعث بعض مریدین کو چارپائی پر بٹھا دیتے تھے۔ حالانکہ خود نیچے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے آپ کے ایک مرید خلیفہ رجب الدین صاحب مرحوم ایک اس قسم کا واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں قادیان گیا۔ اور حضرت صاحب کو اندر اطلاع بھجوائی۔ آپ نے اندر ہی بلالیا وہاں جاکر دیکھا۔ کہ ایک کمرہ میں آپ بیٹھے لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں۔ کمرہ لوگوں سے بالکل معمور تھا۔ اور وہیں ایک پلنگ بھی بچھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا خلیفہ صاحب اس پلنگ پر بیٹھ جائیں۔ چنانچہ میں وہاں بیٹھ گیا۔ اب جو نیا آدمی آتا۔ مجھے ہی میرزا سمجھتا۔ اور مجھے اس کی غلطی کی اصلاح کرنی پڑتی۔

عموماً آپ مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ وہاں بھی چونکہ مولوی عبدالکریم صاحب عموماً محراب میں ہوتے تھے اسلئے لوگوں کو غلطی لگ جاتی اور مولوی صاحب کو ہی مسیح موعود خیال

کر لیتے۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ نواب محمد علی صاحب کی اہلیہ محترمہ فوت ہو گئیں۔ حضرت مسیح موعود جنازہ کے ساتھ مقبرہ بہشتی میں تشریف لے گئے قبر کھودی جا رہی تھی۔ لوگ اسطرف متوجہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں جو میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت صاحب موجود نہ تھے۔ اِدھر اُدھر تلاش کی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضور ایک جگہ تنہا ننگی زمین پر نہایت بے تکلفی سے بیٹھے ہیں۔ میں نے ایک درخت کے نیچے سایہ میں ایک چادر بچھائی۔ اور جا کر عرض کیا۔ کہ حضور وہاں تشریف لے چلیں فرمانے لگے۔ ہاں یہ بہت ٹھیک ہے۔ اور وہاں جا کر چادر پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں لوگوں کو پتہ لگ گیا۔ کہ حضرت صاحب درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب کیا تھا لوگ آنے شروع ہو گئے۔ اب جو آتا ہے۔ اُسے حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ آئیے آئیے تشریف لائیے وہ آتا ہے اور آپ اُسے چادر پر بٹھا لیتے ہیں۔ اور خود پیچھے کھسک جاتے ہیں۔ آخر چادر کی کیا بساط تھی۔ تھوڑی دیر میں نقشہ یوں جما کہ لوگ چادر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضور زمین پر ............ آپکے اس اخلاق و محبت اور بے تکلفی اور فروتنی و انکسار پر میرے روح کو عجیب لذت حاصل ہوئی۔ اُسوقت کون سمجھ سکتا تھا۔ کہ وہ جو مٹی میں بیٹھا ہے۔ وہ مسیح موعود ہے۔ اور جو چادر پر بیٹھے ہیں وہ اُسکے غلام ہیں۔

لباس میں سادگی کا یہ حال تھا کہ بعض اوقات بٹن بھی غلط لگے ہوئے ہوتے تھے ایک دفعہ ایک مرید نے بوٹ یا گرگابی آپ کو پہننے کے لئے دی۔ آپکو اسکے دائیں اور

بائیں پاؤں میں امتیاز کا کیا خیال ہو سکتا تھا۔ اُسے اُلٹا سیدھا پہن لیا۔ جس سے چلنا مشکل ہوگیا۔ دوسروں نے دیکھا تو بایاں پاؤں دائیں میں اور دایاں بائیں میں تھا۔ اسکو درست کیا گیا۔ اور آیندہ کے لیئے دونوں پر مختلف نشان کیئے گئے۔ لیکن وہ خدا کا بندہ کسی اور عالم میں بستا تھا۔ نشانات کو کون دیکھتا۔ اور اُس کا خیال رکھتا۔ آخر کار اُس کا پہننا ترک کیا گیا۔

آپ کے مریدین اور دوسرے لوگ آپ سے بے تکلف گفتگو کیا کرتے تھے۔ جس کی مجال آج کسی مولوی اور معمولی سجادہ نشین کے دربار میں قطعاً نہیں ہو سکتی۔ کسی شخص نے آپ سے اس کی شکایت کی۔ کہ لوگوں کا اس طرح بے محابا گفتگو کرنا ادب کے خلاف ہے۔ فرمایا:۔

"یہ میرے مسلک کے خلاف ہے کہ ایسا تند خو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے اس طرح ڈریں۔ جس طرح ایک بلا سے ڈرتے ہیں"

مریدین کے ساتھ آپ دوستوں کیطرح باتیں کرتے تھے۔ ہر وقت اپنے تقدس جتانے کے لئے وعظ و نصیحت کرنا آپ کا شعار نہ تھا۔ جب تک کوئی مسئلہ پیش نہ ہو۔ یا کسی مذہبی تقریر کی تحریک نہ ہو۔ ایکدفعہ دو صوفی منش بزرگ آپ کی زیارت کے لئے آئے مولانا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے آہستگی سے عرض کیا۔ کہ حضور بہت بڑے صوفی ہیں۔ آپ کوئی ایسی تقریر فرمائیں۔ کہ ان لوگوں کو بھی پتہ لگ جائے کہ کیا کیا معارف و حقائق اللہ نے آپکو عطا فرمائے ہیں۔ اس فقرہ کو سن کر آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور

نہایت غصہ اور زور سے فرمایا کہ "مولوی صاحب! کیا میں ریاکار ہوں کہ ان لوگوں کے سامنے اپنی علمیت جتانے کے لئے کوئی تقریر کروں۔ میں تو اسے شرک سمجھتا ہوں کہ خدا کی رضا کے سوا اپنی بڑائی اور فخر کے لئے کوئی مذہبی تقریر و تحریر کی جائے۔ غرض کہ اس جوش میں آپ تقریر فرماتے چلے گئے۔ اور دیر تک ریاکاری اور کبر نفس پر وہ حقائق و معارف بیان فرمائے۔ کہ وہ دونوں بزرگ تو غش غش کر گئے۔ اور آپ اندر تشریف لے گئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے بعد میں ہنس کر کہا۔ کہ خیر میرا مطلب بھی پورا ہو گیا۔

مسلمانوں کی خدمت اور خاطر داری آپ خود کرتے تھے اور بعض وقت آدھی آدھی رات کو جا کر دیکھتے تھے۔ کہ کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ ایک مرید کا بیان ہے، کہ ایک دفعہ سردی کے موسم میں رات کے وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھولا گیا تو حضرت خود کوئلے لئے کھڑے تھے۔ کہنے لگے کہ میں نے خیال کیا سردی کا موسم ہے۔ مہمانوں کو تکلیف ہو گی ان کو کوئلے دے آؤں کہ آگ جلا کر گرم ہو جائیں۔ ایک دفعہ مولانا سیّد محمد احسن صاحب ایک کمرہ میں فروکش تھے۔ رات کے وقت دروازہ پر کسی نے دستک دی پوچھا کون۔ جواب ملا۔ غلام احمد۔ فوراً اٹھ کر دروازہ کھولا۔ اور پوچھا خیریت ہے۔ فرمایا ہاں۔ ایک منذر الہام ہوا ہے۔ اور اسکی تفصیل بیان کر کے فرمایا۔ آپ بھی دعا کریں۔ میں بھی کر رہا ہوں۔

جھوٹ سے آپ کو قطعی نفرت تھی۔ یہاں تک کہ ایک بچہ کو بھی غلط بات

کہکر بہلانا آپ پسند نہ کرتے تھے - آپ کے صاحبزادہ مبارک احمدؐ سخت بیمار تھے - ایک بیماری اور دوسرا بچپن - کہیں گلی میں قلفہ والے کی آواز آگئی - بس انہوں نے ضد کرنی شروع کی - کہ قلفہ کھانا ہے - ڈاکٹروں کی طرف سے ممانعت ہے - بہت کچھ ان کو بہلایا جاتا ہے - لیکن وہ اپنی ضد پہ قائم ہیں - آخرکار حضرت صاحب کو بلوایا گیا اور والدہ صاحبہ مبارک احمدؐ نے کہا - کہ آپ اِسے دودھ دیں - اور کہیں کہ یہی قلفہ ہے آپ دودھ لے کر اُسکے پاس گئے - اور کہا کہ اِسکو قلفہ سمجھ لو - بچہ اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے - آپ کو بار بار کہا جاتا ہے - کہ آپ اِسے کہیں کہ یہی قلفہ ہے - لیکن آپ یہی کہے جاتے ہیں - کہ اِس کو قلفہ سمجھ لو -

ایک دفعہ براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ میں کسی اخبار کے مضمون کے ساتھ ایک خط بھی آپ نے پیکٹ میں رکھدیا جو اُسوقت جرم تھا - اخبار والا دشمن تھا اُس نے ڈاکخانہ میں اطلاع دی - اور آپ کے خلاف مقدمہ کھڑا ہو گیا - بہت لوگوں نے سمجھایا کہ آپ انکار کر دیں اور کہدیں کہ میں نے خط نہیں رکھا - اخبار والا دشمن ہے اُس نے رکھدیا ہے - لیکن آپ نے قطعاً انکار کیا - چنانچہ آپ نے عدالت میں اس سچائی کا اظہار کیا - اور قانون سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا - جس پر مجسٹریٹ نے آپ کو بری کر دیا - اور آپ کی راستبازی کی شہادت شیخ علی محمدؐ وکیل گورداسپور نے جو اِس مقدمہ میں آپ کے پیروکار تھے سنہ ۱۹۰۴ء میں دی -

مقدمات سے آپ کو یہاں تک نفرت تھی - کہ آپ کو جب ایک دفعہ اپنے والد صاحب

کے مقدمات کی پیروی کے لئے لاہور آنا پڑا۔ تو یہاں سید محمد علی شاہ صاحب رئیس قادیان کے مکان پر آپ ٹھہرے ہوئے تھے۔ چیف کورٹ میں مقدمہ تھا۔ اور آپ ہر روز پیروی کے لئے وہاں جاتے تھے۔ ایک روز آپ بڑے خوش خوش واپس آئے سید محمد علی شاہ نے دریافت کیا۔ کہ آج آپ اتنے خوش کیوں ہیں۔ کیا فیصلہ ہوا! آپ نے فرمایا مقدمہ تو میں نے ہار دیا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اب آیندہ اس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

تصنیف یا مطالعہ میں جب آپ مصروف ہوتے تھے۔ تو دنیا و مافیہا کی آپ کو کوئی خبر نہ ہوتی تھی۔ اس قسم کے واقعات اس سے پیشتر ذکر کئے جا چکے ہیں۔ ایک اور واقعہ ذکر کے قابل ہے۔ ایک دفعہ آپ کچھ لکھ رہے تھے۔ خادمہ آپ کا کھانا لے کر آئی۔ آپ نے فرمایا اچھا کیا۔ مجھے بھی بھوک لگ رہی تھی۔ آواز دینے ہی والا تھا۔ خادمہ کھانا رکھ کر چلی گئی۔ اور آپ پھر لکھنے میں مصروف ہو گئے اتنے میں کتا آیا۔ اور کھانا کھا کر یہاں تک کہ تمام برتن صاف کر کے چلا گیا۔ اور آپکو پتہ بھی نہ لگا۔ جب بہت دیر کے بعد ظہر کی اذان ہوئی۔ تو خادمہ کو آواز دی کہ کھانا لائے۔ اُس نے کہا میں تو کھانا رکھ گئی تھی۔ جب یہ معلوم ہوا تو فرمانے لگے۔ بہت اچھا اب رات کو ہی کھائیں گے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی خاص چیز کے لئے جو بطور دوا استعمال کرنی ہے۔ فرمائش کی ہے۔ اور اُسکی انتظاری میں کھانا بھی نہیں کھایا۔ تمام دن گذر گیا۔ اور شام ہی کو کھانا کھایا۔ آپکی غذا فی الحقیقت اس

خدا کے کلام سے تھی۔ جس میں آپ رات دن محو اور مستغرق رہتے تھے۔ خود فرماتے ہیں

من مے زیم بوحی خدائے کہ با من است

پیغام اوست چون نفس روح پرورم

ایک مرتبہ آپ کو پسلی میں درد محسوس ہوا۔ حامد علی (اپنے خادم) سے فرمایا۔ حامد علی چند روز سے میری پسلی میں درد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی چیز چبھتی ہے۔ اس لئے جسم مبارک پر ہاتھ پھیرا۔ تو ایک بڑی ہی اینٹ واسکٹ کی جیب میں تھی۔ جھٹ وہاں سے نکالا اور عرض کیا۔ کہ یہ اینٹ آپ کو چبھتی تھی مسکرا کر فرمایا۔ او ہو چند روز ہوئے۔ محمود نے اسے میری جیب میں ڈالا تھا اور کہا تھا اسے نکالنا نہیں۔ میں اس سے کھیلوں گا۔

مباحثات میں عموماً [illegible] پر لوگ اُتر آتے ہیں۔ دوسرے کی حق بات کی بھی تردید کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ کو بھی اپنی زندگی میں کئی مباحثات کرنے پڑے۔ لیکن آپ کی کیفیت عام مناظرین سے بالکل مختلف تھی۔ ابتدائی عمر میں جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہی ہوئے۔ بعض لوگ آپ کے پاس آئے اور باصرار تمام آپ کو مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ بحث کرنے کے لئے لے گئے۔ وہاں جا کر جب مولوی صاحب کی تقریر سنی تو اُس میں کوئی بات قابل تردید نہ تھی۔ آپ نے مباحثہ سے انکار کیا۔ اور صاف کہا کہ یہ سب باتیں حق ہیں۔

غرض کہ آپ کے ان پاکیزہ اخلاق وخصائل کا تذکرہ کہاں تک کیا جائے۔

تمام باتوں کو لکھنے کے لئے ایک مستقل کتاب چاہیئے۔ یہی وہ باتیں ہیں۔ جو اس پاک انسان کی طرف مخلوق خدا کو جوق در جوق کھینچنے والی ہیں۔ یہی آپ کی سادگی ہے۔ جس سے بڑے بڑے بناؤ سنگار کرنے والے آپ پر فریفتہ ہو گئے۔ یہی خوش اخلاقی اور حسن مقال ہے۔ جو بڑے بڑے کج خلق انسانوں کو حلقہ غلامی میں لانے کا موجب ہوئی۔ یہی وہ محویت اور تبتل الی اللہ ہے جو بڑے بڑے زاہدوں کو آپ کے پاؤں پر گرانے کا باعث ہوئی۔ اور یہی تمام باتیں تھیں جنہوں نے آپ کی جماعت میں وہ روح وہ ایثار وہ سادگی اور تبتل الی اللہ پیدا کیا۔ جو آج اسلامی دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ کاش مخالفین حق اسپر غور کریں۔ اور خلق عظیم کے اس نمونہ کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا ایک نقشہ ہے۔ اپنا ہادی و رہبر بنائیں۔

کاتب کتاب قاضی محمد الحکیم عفی عنہ
ساکن قریہ جنڈیالہ ڈھاب والہ
ضلع گوجرانوالہ۔ ڈاکخانہ گکھڑ

# کواپریٹو سٹیم پریس لاہور وطن بلڈنگ

## بیرون اکبری دروازہ

اس چھاپہ خانہ میں ہر قسم کا کام متعلقہ چھپائی کتابی و نقشہ جات لیتھوگراف - عربی - فارسی ہندی نہایت ہی عمدگی وصفائی سے مقابلتہً ارزاں نرخوں پر اور جلدی اور ٹھیک وعدہ پر انجام پذیر ہوتا ہے - زیادہ تعریف کی ضرورت نہیں - کام والے صاحبان ایک دفعہ تجربہ کرکے خود دیکھ سکتے ہیں ÷

**فیروزالدین مینیجر**

کواپریٹو سٹیم پریس - وطن بلڈنگس لاہور